ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۱۰ر فروری ۱۹۹۲ء

● ''مسلماں کو مسلماں نہ کیا تہذیب حاضر نے'' (افتتاحیہ)
● نفاذ دین میں عصری تقاضے نظرانداز کرنا قابل عمل نہیں
● خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور عرب بغاوت (نقطۂ نظر)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور پھر آیا چاہتا ہے!

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

تَكُونُ النُّبُوَّةَ فِيكُم مَاشَآءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَىٰ مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَيَكُونُ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللهُ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُونَ مَاشَاءَ اللهُ اَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا،

ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَىٰ مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ۔

(رواہ احمد: عن النعمان بن بشیرؓ)

''تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا۔ پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کردے گا۔ (اس کے بعد) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی' جو قائم رہے گی جب تک اللہ (اسے قائم رکھنا) چاہے گا' پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوجائے گی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی۔ پھر جب اسے بھی اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا۔ پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا' جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا۔ پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہوجائے گی۔ پھر آپؐ خاموش ہوگئے۔''

محترم جناب ڈاکٹر صاحب' السلام علیکم

آپ نے مجھے تحریکِ خلافت میں بطور ایک ادنیٰ کارکن شامل فرماکر میری ذات پر ایک احسانِ عظیم فرمایا۔ اس حوصلہ افزائی پر دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ اب یہ میرا فرض ہے کہ آپ کی ہدایات کی روشنی میں کاروانِ خلافت کے ساتھ ساتھ جانبِ منزلِ مقصود بڑھتا جاؤں۔ آپ کی قیادت میں سرگرمِ سفر ہونا میرے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔

معمارِ وطن کا کفن ابھی میلا نہ ہوا تھا کہ وطنِ عزیز کی قیادت غیر محبِ وطن لوگوں کے حصے میں آگئی۔ انہوں نے ہماری اقدار کے دامن کو تار تار کیا' نفرتوں کے بیج بوئے' بھائی کو بھائی سے لڑایا' نام نہاد جمہوریت کے لبادے اوڑھے' عوام کو جمہوریت کے نام پر بیوقوف بنایا اور اقتدار کو ہر چیز پر مقدم رکھا۔ یوں عوامی حقوق کی پامالی ہوئی' قانون کی دھجیاں اڑائی گئیں' پاکستان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹایا گیا' مارشل لاء آتے رہے اور قوم کا سفینہ بھنور میں پھنس گیا۔ چنانچہ آج غربت' ناخواندگی' بے روز گاری نے قریہ قریہ ڈیرے ڈال لئے ہیں' ناموسِ وطن لٹ رہی ہے' ہم دفاعی طور پر کمزور ہو گئے ہیں' ہماری نظریاتی سرحدیں غیر محفوظ اور جغرافیائی سرحدیں تبدیل ہو گئی ہیں اور ہم اپنے پڑوسی ملکوں اور اسلام دشمن قوتوں کے لئے ایک لقمہ تر بن گئے ہیں۔

یہ سب کیا ہے؟ اسلام سے دوری کا نتیجہ آخر اسی صورت میں تو نکلنا تھا۔ کاش' افراتفری کے اس دور میں خلافت کا سہارا لیا جاتا۔ لیکن اقتدار کے منحوس نشے نے ہماری سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہم سے چھین لی' ہم راہِ حق سے بھٹک گئے اور ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ مغربیت کے پرستاروں کو نظامِ خلافت ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ گویا اس نظام کے لئے ہمیں دن رات محنت کرنا ہوگی' ہر قسم کی قربانیاں دینا ہونگی اور عوام کے ذہنوں سے زنگ اتارنا ہوگا۔

خدا کے فضل سے آپ نے جدوجہد خلافت کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کے نتائج جلد برآمد ہونا شروع ہوجائیں گے اور جو پاکستان خلافت کی راہ پر چل کھڑا ہوگا' وہ پاکستان آج کے مقابلے میں زیادہ مضبوط' پائدار اور محفوظ ہوگا۔ ہماری تاریخ شاہد ہے کہ یہ خلافت ہی کے ثمرات تھے کہ ایک دن اسلامی ریاست ۱۳ لاکھ مربع میل میں پھیلی ہوئی تھی' عوام خوشحال تھے اور اسلامی مساوات کا دور دورہ تھا۔ وہ دور ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب تھا۔ لوگوں کی عزتیں' جانیں اور اموال محفوظ تھے۔ اسلام میں شہنشاہی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اسلامی قانون سب کے لئے مساوی ہے۔ لیکن آج دنیا کے نام نہاد اسلامی ممالک میں کیا ہورہا ہے؟ کہاں گیا وہ اسلام جس کا ذکر ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں! کہاں گئی وہ سادگی؟ کہاں گئی وہ اسلامی روح جس سے قیصروکسریٰ کانپ جاتے تھے؟

جناب ڈاکٹر صاحب! مطمئن رہیں عظمتِ رفتہ ضرور ہمیں واپس ملے گی' ہمارے سروں سے کالی گھٹائیں ضرور ٹلیں گی' ہماری راہ روکنے والے طوفان ضرور فنا کے انجام کو پہنچیں گے' ہماری راہیں صاف اور ہموار ہونگی' قوم ضرور صراطِ مستقیم پر چلے گی' موجودہ نظام اپنی موت آپ مرجائے گا اور UNITED STATES OF ISLAM ضرور وجود میں آئیگی جس کے مقابلے میں تمـــــام نام نہاد سپرپاورز ماند پڑ جائیں گی۔

میری بوڑھی آنکھیں خلافت کے تابناک سورج کو طلوع ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ تعمیروترقی' امن وامان اور خودکفالت کا سورج جلد طلوع ہوگا۔ آسمان کے نیچے کوئی بھوکا ننگا اور ان پڑھ نہیں رہے گا۔ زمانہ ماضی کی طرح ہمارے نظام کو ایک مثالی نظام کہنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ اسلام ہی ایک سچا دین ہے۔ اس میں کسی دوسرے ازم کی گنجائش نہیں۔ آپ رشد و ہدایت کی کرنیں بکھیرتے جائیں۔ خدا آپ کی مدد فرمائے گا قدم قدم پر آپ مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔ والسلام۔ عبدالعزیز چشتی

چشتی ہاؤس' شورکوٹ شہر ضلع جھنگ

آج مورخہ ۱/۲۰ کو رات ۸ بجے کی خبروں میں نفاذ شریعت کمیٹی کے اجلاس کی کارروائی ریڈیو پر نشر کی گئی جس میں کمیٹی نے ۱۹ سفارشات پیش کی ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یا تو ہم لوگ سرور دو عالمؐ کے اسوۂ حسنہ سے سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ یا ہم میں فلسفہ اسلام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ فرمایا تو حضورؐ کی آخری نصیحت یہ تھی لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا۔ انہیں خوشخبری سنانا۔ انہیں تنگ نہ کرنا۔ نفاذ شریعت سے میں جو کچھ سمجھ سکا ہوں وہ حضورؐ کے اس فرمان کی روشنی میں یہ ہے کہ ملک سے رشوت ختم کی جائے۔ سرکاری دفتروں کی کارکردگی کو سنوارا جائے۔ ملاوٹی کاروبار اور بے روزگاری کو ختم کیا جائے۔ کنبہ پروری بلکہ پارٹی پروری نہ کی جائے۔ لوگوں کے حقوق پورے کر کے پھر ان کے سامنے کتابِ الٰہی کے احکام رکھ کر انہیں ان پر عمل کرنے کو کہا جائے۔ اگر دفتروں میں کسی کا کام رشوت کے بغیر نہ ہو' پولیس رہزن اور قاتل بن جائے' عدالتیں مذبح خانے ہوں' غریب کی نہیں نہ سنی جائے۔ بلکہ ایم پی اے ایم این اے جیسے چمچے جو چاہیں کرتے پھریں تو پھر آپ کس خدا کی نماز لوگوں سے پڑھوانا چاہتے ہیں کیا اس خدا کی جس کے احکام اہلِ اقتدار نے پس پشت ڈال رکھے ہیں۔

خدا را شریعت کا مذاق نہ اڑائیے اسلامی فلاحی مملکت تو ایک طرف پاکستان کا سرکاری نظام مغرب کی حکومتوں کے معیار پر ہی لائیے پھر آپ شریعت نافذ کرنے کی جدوجہد بھی کر لیں۔ جب لیڈروں' سیاستدانوں' بیوروکریٹوں کے کسی عمل سے خوفِ خدا ظاہر نہ ہو تا ہو' دیانتداری کہیں پائی نہ جاتی ہو --- ایسے لیڈر کس طرح نفاذِ شریعت کا نام لینے کے اہل ہیں۔ گذشتہ دنوں جناب محمد نواز شریف صاحب ضلع گوجرانوالہ میں برلبِ سڑک ایک شہر میں فرمارہے تھے ہم نے کلاشنکوف کلچر کا خاتمہ کردیا ہے۔ غنڈہ ازم کو ختم کردیا۔ بولو کیا ہے یا نہیں سب لوگوں نے کہا ٹھیک ہے غنڈہ ازم ختم ہوگیا ہے ذرا وزیراعظم صاحب اور ان کی تقریر سننے والے وہ سارے لوگ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ اس بات میں کتنے فی صد صداقت ہے جب صداقت ہی ملک سے غائب ہے تو شریعت کدھر!

حکیم بشیر احمد شیخوپورہ

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۳
۴ر تا ۱۰ر فروری ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون:۔ ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت —— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش —— ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ —— ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا —— ۲۰ " "

افتتاحیہ

”مسلماں کو مسلماں نہ کیا تہذیب حاضر نے“

مسلمانان عالم پر کچھ ہی پہلے ایک وقت وہ بھی گزرا ہے جب الطاف حسین حالی نے امت کی زبوں حالی پر ایک طویل مرثیے کی تمہید میں ہی یہ تک کہہ دیا تھا کہ۔

مانے نہ کوئی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

چند ناقابل ذکر مستثنیات کو چھوڑ کر پوری دنیا کے مسلمان قعرمذلت میں پڑے کراہ رہے تھے' غیروں کی غلامی میں اپنی پستی کا حد سے گزرنا دیکھنے پر مجبور تھے اور مایوسی کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی لیکن پھر رحمت خداوندی جوش میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ گئی۔ ایک ایک کر کے مسلمان ممالک آزاد و خود مختار ہوتے چلے گئے اور نژاد نو کی نگاہوں میں آنے والے اس دور کے خواب پھرنے لگے جب عظمت رفتہ داستان پارینہ نہیں' تصویر حال بن کر جلوہ افروز ہو گی۔ چنانچہ اقبال نے کہا کہ ”یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا“۔ رواں صدی کے نصف آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں' خاصہ خاصان رسل کے واسطے سے دہائی دینے والوں کو قسمت آزمائی اور جوہر دکھانے کا بھرپور موقع عنایت فرمایا۔ انہیں محکومی سے آزاد کر کے اپنے اپنے علاقوں میں اختیار و اقتدار کا مالک بنایا اور وسائل کی وہ فراوانی دی کہ باید و شاید۔ آج مجلس اقوام متحدہ کے اراکین میں چالیس سے زیادہ آزاد مسلمان ممالک شامل ہیں' سوا ارب مسلمانوں میں محض چند کروڑ ہی کشمیر' فلسطین' اریٹریا' فلپائن' برما اور دیگر چند علاقوں میں غلامی کی رنجوری جھیلنے پر مجبور ہیں اور یہ بھی درحقیقت مسلم اقوام کی نانجاری کا ہی ایک مظہر ہے ورنہ وہ اگر بیک آواز ارادے کی پختگی کے ساتھ ان کی حمایت کا صحیح معنوں میں اعلان ہی کر دیں تو کس کی مجال ہے جو ایک دن بھی ان مسلمانوں کو محکوم رکھ سکے جو اللہ کی غلامی کا قلادہ گردنوں میں ڈال چکے ہوں لیکن حیف کہ اپنے لامحدود وسائل سمیت مسلمانوں کی عددی کثرت آج وہی نقشہ پیش کر رہی ہے جس کی تصویر الصادق المصدوقؐ نے ان الفاظ میں کھینچی تھی کہ تمہاری حالت سیلاب کے ریلے پر نظر آنے والے اس جھاگ کی سی ہو گی جو حجم میں تو بہت ہوتا ہے لیکن کوئی بھی حیثیت یا وزن نہیں رکھتا۔

چند ہی سال پہلے تک حکومتوں کی سطح پر معرض وجود میں آنے والی مسلمانوں کی متعدد تنظیموں نے امیدوں کی فصل کو پھر ہرا بھرا کر دیا۔ عرب لیگ میں تو خیر اسلام کا کوئی حوالہ نہ تھا لیکن اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) سے بڑی توقعات وابستہ کی گئیں' علاقائی تعاون کے متعدد ڈول مسلمان ممالک نے مل جل کر الگ سے ڈالے کہ دفاعی اور اقتصادی امور میں بھی ایک دوسرے کا سہارا بننا ضروری تھا۔ آر سی ڈی اور جی سی سی جیسے کئی اتحاد دھوم دھام سے میدان میں اترے لیکن خلیج کے ایک ہی بحران نے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا اور معلوم ہوا کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا' جو سنا افسانہ تھا۔ اب تو سب الگ الگ ڈولتی اور لہروں کے تھپیڑے کھاتی کشتیوں میں سوار ہیں۔ اللہ سے امید کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے' ایک دوسرے کی امداد و تعاون پر بھروسہ نہیں رہا اور اب لے دے کے ایک ہی سہارے پہ تکیہ ہے' امریکہ بہادر کی نگاہ لطف و کرم کا موہوم سہارا۔ اس کی خوشنودی کے حصول میں بھائیوں کا گلا تک کاٹنے میں عار نہیں' ان کے معصوم بچوں کو بھوک سے بلکتا دیکھنا بھی منظور ہے اور ”وصل“ کے لئے امریکہ کی طرف سے پیش کی جانے والی ہر شرط دل و جان سے قبول ہے۔

تاہم غنیمت ہے کہ اس حال میں بھی مسلمان حکمرانوں اور ملت کی نگہبانوں کی طرف سے فکر مندی کا اظہار تو ہوتا ہے' وہ تدبیروں کے تانے بانے بنتے نظر آتے ہیں اور ہمارے اہل دانش بھی مسلمانوں کی حالت بدلنے کے نئے سے نئے نسخے پیش کر رہے ہیں لیکن تعمیر کی اس ساری منصوبہ بندی میں خرابی کی ایک یہ صورت قدر مشترک کی طرح مضمر ہے کہ دفاع' صنعت' تجارت' تعلیم' صحت و صفائی اور نظام حکومت و سیاست بلکہ مسلمان ممالک کی دولت مشترکہ تک پر بات ہوتی ہے' نہیں ہوتی تو اصل بات پر جو یہ ہے کہ جس دین کے حوالے سے ہم ”بنیاد پرست“ کے نام سے پکارے جاتے اور دنیا جہان کو اپنا دشمن بنائے

باقی صفحہ ۱۸ پر

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیات ۸۳'۸۴)

ترجمانی : حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور جب ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے کہ تم نہیں بندگی کرو گے کسی کی سوائے اللہ کے' اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو گے' اور قرابت داروں' اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھی' اور یہ کہ تمام لوگوں سے اچھی بات کہو' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو'

(بنی اسرائیل سے جو ابتدائی عہد لیا گیا اس کا اوّلین نکتہ یہ تھا کہ شرک سے اجتناب کرنا اور توحید پر کاربند رہنا اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو معبود اور مطلوب کا درجہ نہ دے بیٹھنا کہ تمام انبیاءؑ و رُسلؑ کی دعوت کا بنیادی نکتہ ہمیشہ یہی رہا ہے--- اور یہ کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی کوتاہی کا معاملہ نہ کرنا کہ اللہ کے بعد سب سے بڑا حق انسان پر اگر کوئی ہے تو والدین ہی کا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس حسنِ سلوک کا دائرہ درجہ بدرجہ تمہارے رشتہ داروں' یتیموں اور مساکین تک بھی وسیع ہونا چاہیے۔ ان سب کے حقوق کی ادائیگی تمہارے ذمے ہے کہ ان حقوق کو ادا کئے بغیر حسنِ سلوک اور احسان کا تقاضا پورا نہیں ہوتا--- مزید برآں معاشرے کے تمام افراد کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا--- اور ان سب باتوں پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہوگا کہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اس لئے کہ اگر تم نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرو گے تو اوپر بیان کی گئی نیکیوں کا انجام دینا تمہارے لئے آسان ہوجائے گا اور اگر ان دونوں کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہے گا!)

پھر تم برگشتہ ہوگئے سوائے تم میں سے ایک بہت ہی قلیل تعداد کے' اور تم ہو ہی منہ موڑنے والے ○

(پھر تم نے اللہ سے کئے گئے اس عہد کو توڑ ڈالا' تمہاری اکثریت نے اس عہد سے رُوگردانی کی اور اسکی حرمت کو پامال کیا۔ تم میں سے بہت ہی کم لوگ ایسے نکلے جو اس عہد پر استوار رہ سکے۔ اور یہ عہد شکنی اور معاہدے سے روگردانی کرنا ہمیشہ سے تمہارا شعار رہا ہے!)

اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا کہ نہیں خون بہاؤ گے اپنوں کا' اور نہیں نکالو گے اپنوں کو اپنی بستیوں سے' پھر تم نے ان باتوں کا اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو ○

(اور ذرا اس عہد کو بھی ذہن میں لاؤ جو ہم نے باہتمام تم سے لیا تھا کہ تم آپس میں خونریزی نہیں کرو گے اور نہ اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے جلا وطن کرنے کی کوشش کرو گے۔ تم آج بھی اس عہد کا اقرار کرتے ہو اس لئے کہ اس کا ذکر تورات میں موجود ہے لیکن اس عہد کی بھی تم نے جس بری طرح دھجیاں بکھیریں' جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے' وہ تمہاری تاریخ کا ایک نہایت تلخ باب ہے!)

جوامع الکلم

بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک جان حلق تک نہیں پہنچ جاتی

(کہ موت کے واضح آثار شروع ہونے تک توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے' جو چاہے اللہ کے اس بے پایاں عفو و کرم سے فائدہ اٹھائے۔ ہاں جب موت بالکل سر پر آن کھڑی ہو' عالمِ نزع طاری ہوجائے تو درِ توبہ بند ہوجاتا ہے۔ موت کو سامنے دیکھ کر تو فرعون بھی پکار اٹھا تھا کہ میں بھی اس رب پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لانے کے مدعی ہیں!)

(جامع ترمذیؒ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

مئے توحید کو لے کر صفت جام پھرے

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان، ڈاکٹر اسرار احمد متحدہ عرب امارات کا ایک بھرپور اور مصروف دورہ کر کے آئے ہیں جہاں انہوں نے اپنا وہی پیغام عام کیا جو اب ان کی شناخت بن چکا ہے اور خلافت کا آوازہ بھی لگایا ۔ اس کی بازگشت دوبئی کے بین الاقوامی انگریزی روزنامے "خلیج ٹائمز" میں بھی سنی گئی جس کا تراشا اسی صفحے پر لگایا گیا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے امارات کی سات میں سے پانچ ریاستوں کے بڑے شہروں میں خاصے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا لیکن دوبئی کو استفادے کا سب سے زیادہ موقع ملا جہاں شہر کے سب سے بڑے ہال میں انہوں نے پانچ شاموں میں پانچ لیکچر دئے ہیں ۔ یہ ہال اپنی گنجائش سے زیادہ کھچا کھچ بھرا رہا اور باہر بھی کلوز سرکٹ ٹی وی کی دو سکرینیں لگا کر سامعین کی محرومی کو دور کرنے کا انتظام تھا ۔ اندازہ ہے کہ اوسط حاضری وہاں ڈیڑھ ہزار رہی ۔

اسی صفحے پر سرگودھا کے جلسہ عام کی تصویر بھی موجود ہے ۔ تحریک خلافت کے اس جلسے کا ذکر گذشتہ شمارے میں آچکا ہے لیکن تصویر کے پہنچے میں تاخیر ہوئی ۔ سرگودھا کے معاونین خلافت کو اب ہم سے شکوہ نہیں رہے گا ۔ تصویر میں آپ داعی تحریک ڈاکٹر اسرار احمد کو تو پہچان ہی لیں گے ، دوسرے مقرر ہمارے محترم رحمت اللہ بٹر ہیں جنہوں نے سرگودھا کے مسلمانوں کو ان تقاضوں سے آگاہ کیا جو اللہ کا خلیفہ ہونے کے ناطے انہیں انفرادی سطح پر پورے کرنے ہیں --- ادارہ

Call for new order in Pakistan

By Masood Alam

RENOWNED religious scholar from Pakistan, Dr. Asrar Ahmed, presently undertaking a tour of the UAE, has proposed a system of government that he believes will become the real 'new world order' at some time in future "and we are striving to make Pakistan the fortunate land to initiate it".

The caliphate or the vice-regency system derives its essentials from the teachings of Islam according to which sovereignty belongs to God alone and man is His vice on earth and is charged with the duty of implementing the will of the Almighty. It is more like presidential system of government with the president being elected by direct vote and is in contrast with the Western concept of democracy which gives unlimited powers to the ruler who requires a majority vote from the legislative bodies to remain in office. Whereas it has many factors in common with capitalism, the most prominent difference is the interest factor in financial realm, he explained during an interview yesterday.

Dr. Asrar is conducting a four-day seminar on various aspects of the life and teachings of Prophet Mohammed (PBUH) at Dubai Folklore Society hall, the concluding session of which will be held tonight.

Earlier, Dr. Asrar addressed gatherings at Dubai Hilton and other venues in Abu Dhabi, Al Ain and Sharjah, covering a diverse range of subjects. Having discarded the present setup of Pakistani politics "which can only produce better hands to run it" if at all it can produce anything, head of his Tanzeem-e-Islami, Dr. Asrar set about bringing a mass revolution in the country through which caliphate system could be put to practice.

He put forward his ideas in written form about six months ago and is steadily working on them. But he does not want to get involved in politics, he affirmed, while calling it a "tug-of-war between a bunch of feudals". The first phase of the movement, he said, consists of educating people on the true spirit of Islam which guarantees the rights of all sections of society and

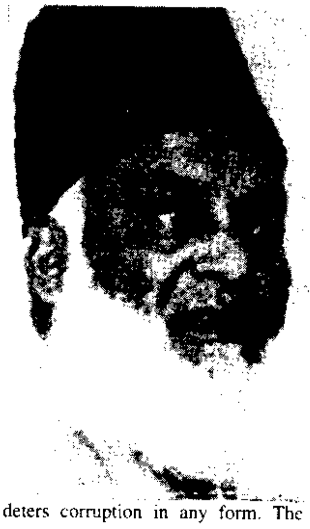

deters corruption in any form. The growing mass of people have to work under one leader, spreading the message till the time they are in sufficient number to be able to challenge the existing system, he maintained. At the same time he emphasised the revolution has to be a peaceful transition "at least on our part" even if the establishment wants to stop it by force, and insisted violence had no place in his vision of revolution.

Dr. Asrar cited the example of Islamic revolution in Iran which was brought about merely by the instructions of a leader in exile. He also suggested the four provinces of Pakistan to be subdivided into smaller units and give them maximum autonomy, in order to make the administrative control more effective and curb the parochial attitude rampant in the society.

He further demanded total eradication of feudal system which he believed was the cause of many evils and stressed the need to strictly implement Zakat and Ushr collection procedures. Expressing his disappointment in the current efforts of the government to Islamise the society, he termed the much talked about Shariah Bill a farce.

دین کو دور جدید میں قابل عمل بنانا ہے تو...

روح عصر کے تقاضوں کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں

فرزند اقبال فکر اقبال کے ساتھ ظلم کیوں کر رہے ہیں!

ڈاکٹر اسرار احمد کے فکر انگیز خطاب کی تلخیص... دوسری اور آخری قسط

علامہ اقبال نے نہایت بوسیدہ خلافت کو بھی یہ اہمیت دی تھی کہ جب مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کا پردہ چاک کیا تو علامہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اوروں کی عیاری کی حقیقت آج نمایاں ہو کر سامنے آچکی ہے یہ یہودی سازش ہی تھی جس میں ترک نوجوانوں کو ایک تحریک کے طور پر منظم کر کے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں خلافت کا چراغ گل کروا دیا گیا۔ ۱۹۱۹ء میں عثمانی خلافت کے زمانے ہی میں اپنی اسیری کے دوران مولانا محمود الحسن دیو بندیؒ نے جیل کے کمانڈنٹ انگریز افسر سے کہا کہ آپ لوگ کیوں ہماری خلافت کے درپے ہیں یہ گئی گزری خلافت آپ کو کیا کہتی ہے، اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، آپ خود ترکی کو یورپ کا مرد بیمار کہتے ہیں پھر بھی اس چراغ کو آپ لوگ گل کرنے کے درپے کیوں ہیں؟ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مرد درویش کو خوب معلوم تھا کہ خلافت کے ادارے کے ساتھ کیا سازشیں ہورہی ہیں۔ جیسے شاہ ولی اللہ دہلی میں بیٹھے دیکھ رہے تھے کہ پورے ہندوستان میں مرہٹہ اقتدار کی خوفناک آندھی کو روکنے والی کوئی طاقت ہندوستان میں موجود نہیں لہٰذا انہوں نے افغانستان کے والی احمد شاہ ابدالی کو خط کے ذریعے پیغام بھیجا کہ اب تم ہی یہاں کے مسلمانوں کے مستقبل کو بچا سکتے ہو! ۔ معلوم ہوا وہ اشخاص جو بالفعل میدان عمل میں ہوتے ہیں بسا اوقات ان سے زیادہ اہم کردار ان لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی کٹیا یا حجرے میں فروکش ہوتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ روشن ضمیر، روشن دماغ ہوتے ہیں ان پر بہ نسبت ان لوگوں کے جو میدان عمل میں توانائیاں صرف کررہے ہوتے ہیں حقائق زیادہ واضح ہوتے ہیں

چنانچہ شیخ الہند کے استفسار پر مذکورہ انگریز افسر نے جواب دیا کہ مولانا آپ اتنے بھولے نہ بنیے، آپ کو بھی خوب معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ گئی گزری عثمانی خلافت بھی اتنی طاقت ور ہے کہ اگر کسی وقت عثمانی خلیفہ جہاد کا فتویٰ جاری کردے تو جاوا سماٹرا سے لے کر موریطانیہ تک لاکھوں مسلمان سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکل آئیں گے اس لئے کہ خلافت کے ادارے کے ساتھ مسلمانوں کی بڑی جذباتی وابستگی ہے۔

اسی جذبے کی مظہر ہندوستان میں چلنے والی خلافت کی تحریک تھی جس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کو بھی گاندھی جیسے متعصب شخص کی قیادت میں شامل ہونا پڑا حالانکہ کہاں گاندھی اور کہاں خلافت!۔ تحریک پاکستان کے دوران ایک موقع پر یہی گاندھی گھبرائے ہوئے انداز میں قائد اعظم سے سوال کرتا نظر آتا ہے کہ آپ کے پاکستان کا مطلب "پین اسلام" تو نہیں؟۔ گاندھی پین اسلام کے تصور سے ڈرتا تھا کہ ہندو تو صرف ہندوستان ہی میں ہیں جبکہ مسلمان تو مشرق و مغرب ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، مسلمانوں کے اعوان و انصار تو دائیں بائیں ہر طرف، ہر ملک میں موجود ہیں۔ گویا گاندھی کے نزدیک برصغیر کے مسلمان درحقیقت دو قومی نظریہ کے حوالے سے بین الاقوامی قومیت کی نمائندگی کررہے تھے۔ اسی تناظر میں علامہ اقبال نے موجود الوقت حالات کی وجہ سے مسلمان ممالک کی "کامن ویلتھ" کی بات کی تھی لہٰذا اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ مسلمانوں کی مختلف قومی ریاستوں کے وجود کو ضروری خیال کرتے تھے یہ طرز فکر درحقیقت علامہ اقبال کے تصورات کی نفی ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال نے جدید وطنی قومیت کے تصور کی بھرپور نفی کرتے ہوئے کہا۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اور ع اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان کا کسی نسب سے، کسی نسل سے کسی علاقے، کسی وطن سے اصلاً کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے بلکہ علامہ نے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

مگر فرزند اقبال کہتے ہیں کہ "دنیائے اسلام کا وہ اتحاد جو خلافت کے نظام کے تحت قائم تھا ایک فرسودہ سیاسی تشکیل ہے جسے اب رائج نہیں کیا جاسکتا"۔ اس طرح کی باتیں مسلمانوں کو ان کے اصل ہدف سے ہٹانے کی بھونڈی کوشش ہے یہ اغیار کی باتیں ہیں جنہیں ڈاکٹر جاوید اقبال یہاں پھیلا رہے ہیں، وہ کسی کے آلہ کار بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جبکہ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسے خیالات سے نجات

عطا فرما دئے۔ ہمارے ہاں اسی طرح کے نیک دل حضرات اور بھی ہیں جن کے جذبات کی میں قدر کرتا ہوں مگر یہ لوگ بھی حقیقت پسندی اور آئیڈیل ازم کے ضمن میں ایک دوسری انتہا پر چلے گئے ہیں ان کے نزدیک اگر خلافت قائم ہو تو پورے عالم اسلام کی ایک ہی خلافت قائم ہو ورنہ کسی ایک ملک سے خلافت کا احیاء انہیں قبول نہیں! حضرت ابو بکرؓ کا درج ذیل قول ان حضرات کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں جس میں آپؓ نے فرمایا: "اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر اسی طریقے سے جس سے پہلے حصے کی ہوئی تھی" سوچئے کیا محمد رسول اللہؐ نے ایک دم سے پوری دنیا پر نظام خلافت کو برپا کیا تھا؟ ظاہر ہے ایسا نہیں ہوا بلکہ وہاں بھی تدریج کے ساتھ ہی یہ کام ہوسکا تھا۔ چنانچہ آپ کی ۲۳ سالہ محنت شاقہ سے یہ نظام پہلے جزیرہ نمائے عرب میں قائم ہوا پھر خلافت کا یہ نظام ۲۴ برس سے مختصر عرصے میں بحر اوقیانوس سے دریائے جیحوں تک کے وسیع علاقے تک پھیل گیا۔ دنیا کا ہر نظام اسی طریقے سے پھیلتا ہے۔ کیمونزم کا نظام جیسا بھی تھا' غیر فطری تھا' مصنوعی تھا' چند سال قبل تک اس کا بڑا شہرہ تھا' ہر طرف اسی کا ڈنکا بج رہا تھا لیکن اس نظام کا آغاز بھی اولاً روس کی سرزمین سے ہوا پھر یہ نظام تدریج کے ساتھ آدھی دنیا تک پھیل گیا۔ بالکل اسی طرح کا معاملہ فرانس کے جمہوری انقلاب کا ہے۔ پہلے وہ صرف فرانس میں آیا مگر آج تو پوری دنیا میں جمہوریت کا ڈنکا بج رہا ہے' پوری دنیا جمہوریت کے گن گارہی ہے۔ اسی طرح خلافت کا نظام بھی پہلے کسی ایک ملک میں قائم ہوگا لیکن جدوجہد اور ہدف یہی رہنا چاہیے کہ ہمیں پوری دنیا میں خلافت کا نظام قائم کرنا ہے۔ سب سے پہلے کسی ایک مسلم ملک میں یہ نظام قائم ہو اور پھر پورے عالم اسلام میں اس نظام کا احیاء ہو اور بالآخر پوری دنیا میں اسے رائج کیا جائے سب سے بڑھ کر اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے خطہ زمین میں یہ کام کیا جائے جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ علامہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ذہن میں آزاد اور خود مختار ریاست کا تصور بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۰ میں الہ آباد کے مقام پر علامہ اقبال نے ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی یہ مشیت اور تقدیر لازماً پوری ہوکر رہے گی' ہندوستان کے شمال مشرقی علاقے میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو' اگرچہ مشرقی پاکستان کا تصور اس وقت تک علامہ اقبال کے ہاں بھی موجود نہیں تھا۔ پاکستان کا تخیل دینے والے' اس کا نقشہ پیش کرنے والے' اسے تجویز کرنے والے' اس کا تصور پیش کرنے والے تو علامہ اقبال ہی تھے۔ چنانچہ اس حوالے سے بھی صحیح بات تو یہ ہے کہ نظام خلافت کا آغاز پاکستان ہی سے ہو اور پھر اس کا قیام ان شاء اللہ عالمی سطح پر بھی ہوسکے گا لیکن اگر شروع ہی سے یہ فرض کر لیا جائے کہ یک بارگی پوری دنیا پر اس کا قیام ہو تو پھر آپ سعودی عرب کے فرمان روا شاہ فہد کو خلیفہ بنا دیجئے یا کسی دوسرے شخص کے ماتھے پر یہ لیبل چسپاں کردیجئے۔ کسی شخص کی یہ خواہش بھی ہوسکتی ہے کہ خادم الحرمین شریفین ہی کو خلیفۃ المسلمین کا ٹائٹل دے دیا جائے آخر حرج ہی کیا ہے اور انہیں کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ انہوں نے بڑا کرم کیا کہ ایسا نہیں کیا ورنہ کچھ لوگوں نے تو ملک عبدالعزیز ابن سعود کو مشورہ بھی دیا تھا کہ وہ خلیفۃ المسلمین کا لقب اختیار کرلیں اگرچہ ملک عبدالعزیز نے ایسا نہ کیا' ان کی اپنی مصلحتیں تھی چونکہ انہیں ملوکیت کا نظام لے کر چلنا تھا اس لئے خلافت کے نام کو انہوں نے بدنام نہیں کیا اس اعتبار سے ان کا یہ احسان بہرحال ماننا چاہیے ورنہ وہ خلیفۃ المسلمین کا لقب اختیار کر لیتے تو انہیں کون روک سکتا تھا۔

علامہ اقبال نے اپنے کلام میں جا بجا جدید وطنی قومیت کے تصور کی بھرپور طریقے سے نفی کی ہے۔

اصل بات سمجھنے کی یہ ہے کہ خلافت کی اصل روح کو اجاگر کیا جائے' اس کے تقاضوں کو سامنے لایا جائے' اس کے خدو خال واضح کئے جائیں' اس کی خصوصیات بیان کی جائیں۔ جب تک ان تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا محض لیبل بدلنے سے تو نظام خلافت کا قیام عمل میں نہیں آسکتا! علامہ اقبال کے آئیڈیل ازم اور حقیقت پسندی کے تصور کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسلامی ممالک کی تنظیم کا قیام بھی غنیمت ہے' اسلامی سیکرٹریٹ بن گیا ہے یہ بھی ایک پیش رفت ہے ہمیں چاہیے کہ اس سلسلے میں جو قدم بھی آگے بڑھے اس کی تائید کی جائے اگرچہ ہمارا ہدف یہی رہنا چاہیے کہ ہمیں بالآخر پورے عالم اسلام کے اندر خلافت کے نظام کے ذریعے ایک وحدت قائم کرنا ہے۔

فکر اقبال کے ساتھ جو ظلم فرزند اقبال کر رہے ہیں وہ ناقابل فہم بھی ہے اور ناقابل معافی بھی۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

علامہ اقبال کے فکر کے حوالے سے دوسرا مسئلہ روح دین اور روح عصر کے تقاضوں کو باہم سموئے کا ہے۔ علامہ اقبال نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

انسان کا اصل مقام خلافت اور نیابت ہے اس لئے کہ۔

نائب حق ہم چوں جان عالم است
ہستی او ظل اسم اعظم است

انسان کی اصل حیثیت نائب حق کی ہے' مسجود ملائک کی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو حیثیت دی ہے' جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے وہ بڑا ہی عظیم ہے اس لئے کہ سجدے کے لائق یا تو اللہ کی ذات واحد ہے یا پھر حضرت آدم کے سامنے تمام فرشتوں کو سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا" فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون" انسان ہی وہ واحد ہستی ہے جس میں عالم امر اور عالم خلق دونوں کو جمع کردیا گیا ہے۔ انسان مرکب وجود کا حامل ہے اس میں موجود روح ربانی کا تعلق عالم امر سے ہے "قل الروح من امر ربی" جبکہ اس کا ایک جسمانی وجود بھی ہے جس کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے وہ صرف عالم امر سے متعلق ہیں' جنات صرف عالم امر کی شے ہیں۔ اسی طرح جمادات و نباتات بھی صرف عالم خلق ہی کی چیزیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے

صرف انسان ہی کے بارے فرمایا "خلقتہ بیدی" یعنی میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے چنانچہ انسان کی ذات میں خالق کائنات نے عالم خلق اور عالم امر دونوں کو جمع کردیا ہے۔

" حکمران ہے اک وہی باقی بتاں آزری" یہ گل و بلبل کی شاعری تو نہیں، عشق و مستی اور ہجر وصال کے قصے تو نہیں بلکہ ان میں فلسفہ موجود ہے، ایک نظریہ کار فرما ہے جسے اقبال نے اپنے اشعار میں پیش کیا۔ سب جانتے ہیں کہ اقبال نے شاعری کو ایک ذریعے کے طور پر اختیار کیا تھا چنانچہ علامہ خود کہتے ہیں "شاعری زمثنوی مقصود نیست" بلکہ انہوں نے تو یہ شکوہ بھی کیا کہ۔ " مرا یاراں غزل خوانے شمردند" میرے دوستوں نے مجھے شاعر سمجھ کر مجھ پر بہت بڑا ظلم کیا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، میں نے تو امت کو ایک درد بھرا پیغام دینے کے لئے شاعری کو ایک ذریعے کے طور پر اختیار کیا۔ لیکن اس سب کے باوجود علامہ اقبال کے فکر کے ساتھ جس طرح کا ظلم فرزند اقبال کررہے ہیں وہ ناقابل فہم بھی ہے اور ناقابل معافی بھی

ایک طرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا معاملہ ہے تو دوسری جانب انسان کی خلافت کا تصور کار فرما ہے ان دونوں چیزوں کو اس طرح اختیار کرنا کہ دونوں کے تقاضے بحسن خوبی پورے ہوسکیں آسان کام نہیں۔ شاید اسی لئے علامہ اقبال جمہوری نظام حکومت کے بہت بڑے پر چارک تھے اگرچہ انہوں نے اپنے کلام میں مغربی جمہوریت کی بھی زبردست طریقے سے نفی کی ہے چنانچہ علامہ فرماتے ہیں۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اس لئے کہ مغربی جمہوریت کا معاشی ڈھانچہ سرمایہ دارانہ بنیادوں پر استوار ہے۔ اگرچہ کہنے کی حد تک تو اسے جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے لیکن مغربی جمہوریت فی الاصل سرمایہ داروں کی آمریت بن کر رہ گئی ہے چنانچہ علامہ کہتے ہیں۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

علامہ کے یہ اشعار بڑی اہمیت کے حامل ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ۱۹۰۵ء میں اپنے ایک مضمون "اسلام کا سیاسی نظام" کے تحت صاف لکھا تھا کہ اسلام کا سیاسی نظام ڈیمو کریسی

قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کا نام اجتہاد ہے۔

ہے مزید برآں علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں بھی واضح کیا کہ اسلام کے مزاج سے مطابقت رکھنے والا نظام حکومت دراصل Republican form of Goverment ہی ہے یعنی ایسی حکومت جس میں عوام کو قانون سازی کے عمل میں شریک کیا گیا ہو، ہی اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ روح دین اور روح عصر دونوں کے تقاضوں کو باہم جمع کرنے کی اس قدر نمایاں مثال شاید اور کہیں میسر نہ آسکے۔ ہمارے ہاں بالعموم ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ جمہوریت کے مخالف ہیں وہ بھی جمہوریت کی نفی میں علامہ ہی کے اشعار سامنے لے آتے ہیں اور جو حضرات جمہوریت کے شیدائی ہیں وہ بھی علامہ کے اشعار ہی سے اپنے موقف کے حق میں دلائل لاتے ہیں۔ اسی طرح علامہ کے ان اشعار کا اطلاق مغربی جمہوریت پر تو کیا ہی جاتا ہے مگر ستم بالائے ستم یہ کہ سیکولر ازم تک کو علامہ کے حوالے سے سند جواز عطا کردی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں اس نوع کا ظلم علامہ اقبال کے ساتھ ہورہا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے سیکولر جمہوریت، مغربی جمہوریت اور سرمایہ دارانہ جمہوریت سمیت سب کو ظالمانہ و استحصالی اور غلط نظام قرار دیا۔ علامہ اقبال نظام خلافت میں جمہوری مزاج اور عوام کی شرکت کو ضروری خیال کرتے تھے وہ اس لئے کہ یہ روح عصر کا تقاضا ہے صرف چند لوگوں کو عوام کی قسمت کا مالک نہیں بنایا جاسکتا بلکہ یہ سب لوگوں کا حق

علامہ اقبال نے سیکولر جمہوریت، مغربی جمہوریت اور سرمایہ دارانہ جمہوریت سمیت سب کو ظالمانہ و استحصالی نظام قرار دیا ہے

ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے دائرہ مقرر کردیا ہے، جسے "ازرم" بھی کہا جاتا ہے اس کے لئے شوریٰ بینہم کا تقاضا پورا کرنا ضروری ہے اس ضمن میں کسی کو آمریت پر مبنی طرز اختیار کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ کسی فرد کو ترجیحی حقوق حاصل ہیں نہ خصوصی اختیارات، روح دین بھی یہی ہے اور روح عصر کا تقاضا بھی ہے علامہ اقبال نے اس سلسلے میں جو نقطہ نظر بیان کیا وہ صد فی صد صحیح ہے لیکن اس حوالے سے ڈاکٹر جاوید اقبال فکر اقبال کی جو تعبیر و تشریح کررہے ہیں وہ علامہ اقبال پر بہت بڑے ظلم کے مترادف ہے۔

علامہ اقبال کو مصور و مفکر پاکستان کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے فکر کی غلط تعبیر پاکستان کی قومی و اجتماعی گاڑی کو غلط رخ پر ڈالنے کی کوشش ہے۔ عوام کے ذہنوں میں علامہ اقبال کی شخصیت کو ایک طرح سے سند کا درجہ حاصل ہے اور پاکستان میں ان کا مقام و مرتبہ مسلم ہے چنانچہ علامہ کے افکار کی اگر غلط تعبیر کی جائے گی تو اس کا نتیجہ لا محالہ پوری قوم کو بھگتنا پڑے گا۔ علامہ اقبال نے بڑی ہی خوبصورت اور پیاری بات کہی ہے کہ اس دور میں اجتہاد بذریعہ پارلیمینٹ ہوگا۔ بہت صحیح بات ہے لیکن اس سے مراد کیا ہے؟ اسے جاننا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال پارلیمینٹ کے ذریعے اجتہاد کا مطلب پارلیمینٹ کی حاکمیت نکالتے ہیں جو درحقیقت کلمہ کفر ہے اس لئے کہ حاکمیت کا اختیار تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو حاصل ہی نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب حق خلافت پارلیمینٹ کے پاس ہوگا اس لئے کہ حاکمیت کا تصور تو اسلام میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

اجتہاد اصل میں ہے کیا؟ اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ آج کی اسلامی ریاست یا نظام خلافت کے تحت جو ڈھانچہ تشکیل پائے گا اس میں ہونے والی قانون سازی کے عمل کو ہی اجتہاد کہا جائے گا اس لئے کہ اسلام میں قانون سازی کا نظام کتاب و سنت کے اندر ہی مقید و محدود ہے۔ خلافت کی بنیاد بھی یہی ہے کہ ہر معاملے میں کتاب و سنت کے احکامات کو مکمل اور بلا استثناء بالا دستی حاصل ہو۔ ہمارے ہاں کچھ نیک، سادہ لوح اور

بھلے مانس لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قانون سازی کا کیا کام ؟ قانون تو ہمارے پاس پہلے ہی سے موجود ہے اس طرح کے تصورات سیاسی نعروں ہی کی ذیل میں آتے ہیں جیسے پاکستان کے دستور کے بارے میں جب کسی نے قائداعظم سے پوچھا کہ وہ کیسا ہوگا تو قائداعظم نے جواب دیا کہ ہمارا دستور تو چودہ سو برس پہلے ہی سے طے ہے ۔ قائداعظم کا یہ جواب بڑا ڈپلومیٹک انداز کا حامل تھا اور اس وقت شاید اس ہی کی ضرورت بھی تھی خواہ مخواہ مسائل چھیڑنے سے بحث مباحثہ اٹھ کھڑا ہوتا ۔ جان لیجئے یہ کہنا کہ ہمارا دستور چودہ سو سال پہلے سے طے ہے اصلا مغالطہ آمیز بات ہے ۔ اسلامی قانون کے دو بڑے ماخذ قرآن و سنت ضرور معین ہیں اس کے علاوہ فقہا کے اجتہادات اور مختلف فقہی مسالک بھی موجود ہیں۔کیا اسلامی ریاست یا نظام خلافت میں قانون سازی کا دروازہ بند ہوجائے گا ؟ جب زندگی تغیر پذیر ہے تو قانون سازی کا عمل تو لازماً ہوگا لیکن یہ قانون سازی قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود و قیود کے اندر ہی ہوگی کہ یہی دین کی اصل بنیادیں ہیں ۔ قرآن و سنت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کا نام ہی تو اجتہاد ہے جسے دور حاضر میں قانون سازی کا نام دیا جاتا ہے ۔ قانون سازی کا یہ عمل لوگوں کے باہمی مشورے سے عمل میں آئے گا اور کتاب و سنت کے دائرے میں مقید ہوگا ۔

علامہ اقبال نے جب یہ کہا کہ اب اجتہاد بذریعہ پارلیمینٹ ہوگا اس کا مطلب کیا ہے ؟۔ ایک معاملہ تو ہے نفس اجتہاد کا جب کہ دوسرا پہلو اسے نافذ کرنے والی قوت سے متعلق ہے یہ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں ۔ بڑے سے بڑا عالم دین جب کسی مسئلے پر اجتہاد کرتا ہے کہ یہ معاملہ یوں ہونا چاہیے سوال یہ ہے کہ اس رائے کو نافذ کون کرے گا ؟ اجتہاد اپنی جگہ قیمتی ہو ' کوہ نور کا ہیرا ہو وہ بے معنی ہے ' پتھر کی مانند ہے جب تک اس کے پیچھے قوت نافذہ موجود نہ ہو اصل سوال تو یہ ہے کہ اجتہاد کو نافذ کون کرے گا؟

آج کے دور میں تمدنی ارتقاء کی وجہ سے اس ادارے میں تبدیلی واقع ہوچکی ہے ۔ ملوکیت کے دور میں سارا اختیار بادشاہ کے پاس ہوتا تھا ' اسے کسی بھی عالم کا اجتہاد نافذ کرنے کا اختیار مطلق حاصل ہوتا تھا ۔ خلافت راشدہ کے دور میں خلیفہ

جب حاکمیت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو ہمارے پاس سوائے خلافت کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

خود ہی مجتہد بھی ہوتا تھا ۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بڑا مجتہد آخر کون ہوگا۔ لیکن ان حضرات کے بعد مسلم حکمران مجتہدانہ بصیرت کے حامل نہ رہے بلکہ وہ محض بادشاہ کے مرتبے کے حامل تھے اس لئے کہ انہیں یہ منصب وراثت میں مل گیا اور وہ بادشاہ بن گئے اس دور میں اگرچہ اجتہاد کا فریضہ تو علماہی نبھا رہے تھے مگر بادشاہ وقت کو جس عالم دین کا اجتہاد پسند آجاتا وہ نافذ ہوجاتا چنانچہ اجتہاد کسی عالم دین کی وجہ سے نافذ نہیں ہوتا تھا بلکہ بادشاہ کی قوت ہی اسے نافذ کرتی تھی ۔ اسی ضمن میں دو بڑی ہی تابناک مثالوں میں ہمارے اسلاف کے کردار کی جھلک دکھائی دیتی ہے ملاحظہ فرمایئے ایک موقع پر جب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے یہ کہا گیا کہ حکومت آپ کی کتاب "موطا امام مالک" کو نافذ کرنا چاہتی ہے لہٰذا آپ قاضی القضاۃ کا منصب سنبھال لیں مگر امام صاحب نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ صرف مجھے ہی اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے اور صرف میں ہی معصوم عن الخطا ہوں ' میں ہی معمور من اللہ ہوں ۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ حکومت صرف میرے اجتہاد کو نافذ کردے ۔ اسی طرح کا معاملہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے ۔ ان سے بھی حکومت وقت نے یہی بات نہایت زور دے کر کہی تھی کہ آپ قاضی القضاۃ بن جائیں تاکہ آپ ہی کے فیصلے اور اجتہادات نافذ ہوں مگر امام صاحب نے ایسا کرنے

اسمبلی کے اراکین کی اکثریت کا ذہن سیکولر نظریات کا حامل ' سرمایہ دارانہ بنیادوں پر استوار اور جاگیردارانہ مزاج کا حامل ہے۔

سے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں بھی ایک مجتہد ہوں اور دوسرے لوگ بھی اجتہاد کررہے ہیں لیکن میں قاضی القضاۃ بن کر اپنا اجتہاد نافذ کردوں تو اس صورت میں میرا اجتہاد دوسروں کے اجتہادات سے فائق ہوجائے گا اور یہ صورت مجھے قبول نہیں ۔

ہمارے اسلاف کے کردار کی عظمت کی یہ دو بڑی ہی اونچی مثالیں ہیں اور ایسے ہی لوگ درحقیقت ہمارے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں تو برداشت کرنا گوارا کیا مگر بادشاہ وقت کے سامنے جھکنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹے رہے ۔ اسی ضمن کی ایک مثال مغلیہ دور کی ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ اورنگزیب عالمگیر تھے 'جو نیک بھی تھے اور واقعی مسلمان بھی ایک طویل عرصے کے بعد ہندوستان کے تخت حکومت پر ایسا آدمی بیٹھا تھا ۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اجتہاد ہونا چاہیے کہ نئے سے نئے مسائل سامنے آچکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے اپنے معتمد علیہ علماء کو جمع کر کے ان سے فتاوٰی عالمگیری مرتب کروا لیا ۔ ایسا نہیں ہوا تھا کہ اعلان عام کیا گیا ہو ' لوگوں سے علماکے بارے میں رائے لی گئی ہو یا مقابلے کا امتحان منعقد کیا گیا ہو کہ جو اسے پاس کرلے وہ عالم سمجھا جائے گا بلکہ جن علما کو بادشاہ نے مناسب خیال کیا انہیں یہ ذمہ داری سونپ دی جیسے کہا جاتا ہے ع جسے پیا چاہیں وہی سہاگن۔ بالکل ایسے ہی بادشاہ وقت نے اپنے پسندیدہ علما کی کمیٹی بنا دی تھی جنہوں نے اجتہادات کئے اور بادشاہ نے انہیں اپنی قوت سے نافذ کردیا' لیکن آج کے دور میں قوت نافذہ کا اختیار کسی بادشاہ' کسی خلیفہ کو حاصل نہیں ہے بلکہ اب تو قوت نافذہ پارلیمینٹ کے پاس ہے اس معنی میں علامہ اقبال کی بات صحیح ہے کہ اب پارلیمینٹ جس اجتہاد کو قبول کرے گی صرف وہی اجتہاد نافذ ہوسکے گا روح دین کے ساتھ روح عصر کے تقاضوں کو اسی طریقے سے سمویا جاسکتا ہے ۔

یہ بات وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ اجتہاد کسے کہتے ہیں ؟ قرآن و سنت کی حدود کے اندر نئے پیش آمدہ مسائل کا حل ہی اجتہاد کہلاتا ہے لیکن اگر قرآن و سنت سے تجاوز ہوجائے تو یہ اجتہاد نہیں رہتا بلکہ انحراف بن جاتا ہے۔چنانچہ اس امر کا فیصلہ کرنا کہ مذکورہ اجتہاد قرآن و سنت

کی حدود کے اندر ہوا ہے یا اس سے تجاوز و انحراف اس کے تین ممکنہ طریقے ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے صرف وہی لوگ اہل ہوں جو کتاب و سنت کے علم میں مہارت تامہ رکھتے ہوں ' اسلامی قانون میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حامل ہوں ایسے لوگوں پر مشتمل پارلیمنٹ جو اجتہاد کرے گی سب کے لئے قابل قبول ہوگا اس لئے کہ مذکورہ اجتہاد ماہرین کتاب وسنت کی جانب سے ہوگا۔ چنانچہ ایسا اجتہاد نافذ ہوجائے گا لیکن اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے روح عصر کے تقاضے مجروح ہوجاتے ہیں کہ عوام کو قانون سازی کے اس عمل میں شریک نہیں کیا گیا ' عام آدمی کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہ رہا۔

دوسری ممکن العمل صورت جسے علامہ اقبال نے بھی تجویز کیا کہ پارلیمنٹ کے ساتھ علماء کا ایک بورڈ منسلک ہو جو پارلیمنٹ کی راہنمائی کا فریضہ سر انجام دے اور یہ دیکھے کہ پارلیمنٹ کسی معاملے میں کتاب و سنت کی حدود سے تجاوز تو نہیں کر رہی اگرچہ آخری فیصلہ پارلیمنٹ کے اراکین ہی کریں گے۔ مجھے علامہ کی اس تجویز اور رائے سے اختلاف ہے اور میں اپنا یہ اختلاف ڈنکے کی چوٹ بیان کر رہا ہوں اگرچہ علامہ کی اس رائے سے مجھے اتفاق ہے کہ اب پارلیمنٹ ہی کے ذریعے اجتہاد نافذ ہوگا۔ پارلیمنٹ کے ساتھ علما بورڈ کا تجربہ ہمارے سامنے آچکا ہے جب پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے ساتھ علما بورڈ تشکیل دیا گیا تھا لیکن اس وقت یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ آیا علما بورڈ کا فیصلہ ہی حتمی فیصلہ ہوگا یا علما بورڈ کی رائے صرف مشورے کی حد تک ہی ہوگی؟ لیکن اگر علما بورڈ کا فیصلہ ہی حتمی متصور کیا جائے ' قانون سازی کا اصل اختیار اس بورڈ ہی کو حاصل ہو تو پارلیمنٹ کے ارکان کی حیثیت نمائشی سے زیادہ نہیں رہتی اور یہ صورت تھیاکریسی بن جاتی ہے۔لیکن اگر علما بورڈ کو محض مشاورتی باڈی کے طور پر رکھا جائے اور ان سے مشورے لئے جاتے رہیں تو وہ فائلوں کی زینت بنتے رہیں گے جیسے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس ادارے میں تمام مکاتب فکر کے لوگ بھی موجود ہیں اور جدید ماہرین بھی جمع ہیں' قوم کے اربوں روپے اس کام پر خرچ ہوچکے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں مگر ان سفارشات میں سے کسی ایک پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا اس لئے کہ پارلیمنٹ کے اراکین کا ذہن کچھ اور ہے ' یہ ذہن سیکولر نظریات کا حامل ہے ' سرمایہ دارانہ بنیادوں پر استوار ہے ' جاگیردارانہ مزاج رکھتا ہے اور ان کا حال ع چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی کا مصداق کامل ہے۔ پارلیمنٹ کے ساتھ علما بورڈ کی تجویز اگرچہ علامہ اقبال نے دی ہے مگر اب ثابت ہوچکا ہے کہ یہ صورت قابل عمل نہیں ہے۔

تیسری اور واحد قابل عمل شکل یہ ہے کہ یہ اختیار ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے سپرد کردیا جائے اور ساتھ ہی دستور میں یہ طے کردیا جائے کہ کتاب و سنت کے منافی قانون سازی نہیں کی جاسکتی۔ دور جدید میں دستور کی محافظت کا فریضہ عدالتوں ہی کا کام ہے۔ دستور میں دئے گئے شہری حقوق میں حکومتی ادارے اگر کوئی رخنہ اندازی کرتے ہیں تو شہری اعلیٰ عدالتوں ہی کے پاس جاتے ہیں ' رٹ پٹیشنز دائر کرتے ہیں۔ جب دستور میں یہ ہوگا کہ کتاب وسنت کے خلاف قانون سازی نہیں کی جاسکتی یا کوئی ایسا اجتہاد نافذ نہیں ہوسکتا جو قرآن و سنت کے دائرے سے باہر ہو۔ بصورت دیگر پارلیمنٹ کی طرف سے قرآن و سنت کی حدود سے تجاوز کی صورت میں ہر شہری اعلیٰ عدالتوں میں یہ معاملہ اٹھا سکے گا۔ عدالت کے سامنے علما بھی اپنے دلائل دیں ' دانشور اپنے علمی نکات اٹھائیں، شہری اپنا نقطہ نظر بیان کریں سب چیزیں کو سامنے رکھ کر ہی عدالت کوئی فیصلہ کرے گی جو حتمی ہوگا۔ اس ضمن میں ہمارے ملک میں بڑی ہی اہم اور قابل قدر پیش رفت ہوچکی ہے

اولا قرار داد مقاصد کی صورت میں حاکیت خداوندی کا معاملہ طے ہوچکا ہے گویا اصولی اعتبار سے پاکستان میں درحقیقت خلافت ہی قائم ہے اگرچہ عملاً ایسا نہیں ہے۔ جب حاکیت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو ہمارے پاس سوائے خلافت کے اور کچھ باقی نہیں رہ جاتا یہی قرار داد مقاصد اب ہمارے دستور کا حصہ ہے۔

ثانیاً ضیا الحق کے دور میں شریعت کورٹ کی تشکیل ہوئی اور آئین کی رو سے شریعت کورٹ کو یہ حق دیا گیا کہ وہ کتاب و سنت کے منافی قوانین کو کالعدم قرار دے دے۔البتہ شریعت کورٹ کے ساتھ یہ ظلم کیا گیا کہ اسے دو ہتھکڑیاں اور دو ہی بیڑیاں پہنا دی گئیں۔یہ کہ عدالت مالی قوانین پر اپنی رائے نہیں دے سکتی ' عائلی قوانین کی طرف بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی ' دستور پاکستان بھی اس کے دائرہ اختیار سے باہر رہے گا اور وہ عدالتی قوانین کا بھی جائزہ نہیں لے سکتی۔ ان پابندیوں کے ہوتے ہوئے شرعی عدالت کر ہی کیا سکتی تھی چنانچہ شرعی عدالت ایک طرح سے محض نمائش اور دکھاوے کا کھیل بن کر رہ گئی۔ غیر اہم قوانین کے بارے میں تو عدالت کے فیصلے سامنے آ رہے جن کا کوئی ثمر' کوئی نتیجہ سامنے نہیں آسکا۔

البتہ مالی قوانین کے بارے میں شرعی عدالت کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی یہ ہتھکڑی کھل چکی ہے شاید یہ ہتھکڑی ڈالنے والوں کو خیال نہیں رہا ہوگا کہ دس برس کی مدت بھی ایک نہ ایک دن ختم ہو ہی جائے گی چنانچہ اس پابندی کے ختم ہونے کے بعد متفرق درخواستوں پر وفاقی شرعی عدالت نے تمام سودی قوانین کو کتاب و سنت کے منافی قرار دے دیا عدالت کے اسی فیصلے سے حکومت کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ حکومت اس سلسلے میں کیا تدابیر اختیار کرتی ہے یہ دیکھنے کی بات ہے۔ البتہ ہمیں اس موقع پر یہ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ارباب اقتدار کو صحیح راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔جو چیزیں حرام ہیں انہیں ہم چھوڑیں اور یہ نہ سوچیں کہ باقی دنیا کے ساتھ معاملات کیسے چلیں گے؟ امریکہ ناراض ہوتا ہے تو ہوجائے ہمارا طرز عمل تو یہ ہونا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھیں کہ وہ لازما ہمارے لئے راستہ کھول دے گا۔

یاد ہوگا کہ موجودہ حکومت نے شریعت ایکٹ کے نفاذ کے وقت آئینی ترمیم کا وعدہ کیا تھا مگر وہ وعدہ آج تک وفا نہیں کیا گیا۔ اسی آئینی ترمیم کے ضمن میں وفاقی شرعی عدالت ہی کے ریٹائرڈ چیف جسٹس صاحب کی طرف سے آئین میں ترمیم کا مسودہ پندرہ روزہ "ندا" کے شمارے میں شائع کیا جاچکا ہے۔ ہماری رائے میں شرعی عدالت اور اعلیٰ عدالتوں کی کی ثنویت کو ختم کردینا چاہیے اور شرعی عدالت کے جج صاحبان کا مقام و مرتبہ بھی اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کے برابر ہونا چاہیے۔

اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کسی معاملے میں کتاب و سنت کی حدود سے تجاوز ہوا ہے کہ نہیں آسمان سے تارے توڑنے والی بات نہیں کہ اعلیٰ عدالتوں کے فاضل جج صاحبان ایسا نہ کرسکیں۔ بہر حال میرے نزدیک ملک میں کتاب و سنت کی بالادستی کے نفاذ کا قابل عمل طریقہ بھی یہی ہے اور یہی چیز

روح عصر سے بھی مطابقت رکھتی ہے ۔ کتاب و سنت کے دائرے کے اندر بہت سی چیزیں مباحات کے دائرے میں آتی ہیں لیکن ان میں سے کون سے صورت اختیار کی جائے یہ ہے اصل سوال جسے ایک سادہ سی مثال کے ذریعہ باسانی سمجھا جاسکتا ہے ۔ کسی شخص کو اپنے لڑکے کے لئے رشتے کی تلاش ہے اس کے سامنے دس گھرانوں کی طرف سے رشتہ کی پیش کش موجود ہے ظاہر بات ہے کہ سب کے سب رشتے مباحات کی ذیل ہی میں ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک ہی کے بارے میں اسے فیصلہ کرنا ہوگا ۔ ہمارے ہاں عموماً لڑکے کے والدین اور خاندان کے بزرگ ہی یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اجتہاد کے ضمن میں بھی مباحات کا دائرہ بہت وسیع ہے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کون سا اجتہاد نافذ ہو ؟ اس کا فیصلہ پارلیمینٹ کے ذریعے ہوگا البتہ کتاب و سنت کی حدود سے ۔ تجاوز کی صورت میں معاملہ اعلیٰ عدالتوں کے سامنے پیش کردیا جائے گا یہی واحد ممکن العمل شکل ہے ۔ اگر ہمیں اپنے ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانا ہے ' اسے دنیا کے سامنے بطور مثال پیش کرنا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ملک خداداد میں نظام خلافت کا احیاء کریں ۔ جان لیجئے کہ خلافت کے نظام کا قیام آج بھی اسی طریقے ہی سے ممکن ہے جس طرح طریقے سے حضور نے اسے قائم کیا تھا ۔ اس جدوجہد کے لئے ایک منظم انقلابی جماعت کی ضرورت ہے جس کے کارکن تن' من اور دھن لگانے کے لئے تیار ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے تاکہ یہ ملک پوری دنیا کے لئے روشنی کا مینار بن کر خلافت کے نظام کے قیام کی تمہید بن جائے (آمین)

تراشے

پاکستان دوراہے پر؟

روزنامہ جنگ لاہور کی اشاعت کیم فروری میں معروف صحافی جناب ارشاد احمد حقانی کا یہ کالم اس اعتبار سے خصوصی توجہ کا طالب ہے کہ اس میں تجزیہ ان کا اپنا نہیں بلکہ جنرل مرزا اسلم بیگ کا ہے جن کی باتیں پاکستان دوست عوام و خواص کان لگا کر سنتے ہیں ۔ کم کم اخبار بین خبروں کے علاوہ سیاسی تجزیوں کو بنظر غائر دیکھتے ہیں چنانچہ ہم معاصر جنگ کے شکریہ کے ساتھ "حرف تمنا" کے عنوان سے شائع ہونے والے اس کالم کو اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں ۔ مندرجات سے ہمارا اتفاق ضروری نہیں --- ادارہ

بری فوج کے سابق سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ نے کہا کہ ہمیں عراق اور لیبیا کے تجربات سے سبق حاصل کرتے ہوئے اپنی آزادی پر سودے بازی کئے بغیر امریکہ سے محاذ آرائی سے گریز کرنا چاہیے۔ پاکستان کو موجودہ صورت حال میں احتیاط اور دانشمندی کے ساتھ ایک فعال اور حقیقت پسندانہ خارجہ پالیسی سے صورت حال کا مقابلہ کرنا ہوگا اور اس خطے کے ملکوں پاکستان ' ایران ' ترکی ' افغانستان اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کے اشتراک سے ایک مضبوط اقتصادی بلاک تشکیل دینا چاہیے جو جغرافیائی اور علاقائی سلامتی کی ضمانت بھی دے سکے ۔ روٹری کلب کراچی میں "نئے عالمی نظام میں پاکستان کا کردار" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امریکہ لیبیا پر حملہ کرکے اسے تباہ و برباد اور معمر قذافی کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کررہا ہے جبکہ صورت حال بگڑنے پر بھارت پاکستان کے خلاف فضائی حملہ کرسکتا ہے ۔ نئے عالمی نظام کی کوئی تشریح نہیں کی گئی لیکن امریکہ کے ذہن میں اس کا جو تصور ہے اس کو حقیقت کا رنگ دین یکے لئے دوسری باتوں کے علاوہ پاکستان کا بھی محاصرہ کیا جارہا ہے ۔ عراق کی تباہی کے بعد پاکستان دنیا کا واحد مسلمان ملک ہے جس کے پاس ایٹمی صلاحیت ہے جبکہ وسط ایشیا کی مسلم ریاست کی ایٹمی صلاحیت اب بھی ماسکو کے کنٹرول میں ہے ۔ پاکستان نے یہ ایٹمی صلاحیت چند سال پہلے حاصل کی تھی ۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں امریکہ نے اس صلاحیت پر اس طرح اعتراض نہیں کیا جس طرح اب کررہا ہے ۔ بے نظیر بھٹو حکومت میں بھی امریکی انتظامیہ اور کانگریس خاموش رہی غور طلب بات یہ ہے کہ اب خلیجی جنگ کے بعد ہی پاکستان کی ایٹمی صلاحیت پر اس قدر واویلا کیوں کیا جارہا ہے ۔

سوویت یونین کی تباہی کے بعد افغانستان کو ایک بار پھر خصوصی و مرکزی اہمیت حاصل ہوگئی ہے اور یہ عالمی توجہ کا مرکز بن گیا ہے ۔ وسط ایشیا کی مسلم ریاستیں ' پاکستان ' ایران ' افغانستان کے معاملات میں گہری دلچسپی لے رہا ہے اور وہاں اپنے اثرات قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ اس خطے میں اس کا مستقل کردار برقرار رہے ۔ پاکستان مسئلہ افغانستان کا حل چاہتا ہے اس مسئلے کے حل میں حکومت جلد بازی کررہی ہے لیکن عجلت پسندی کی ضرورت نہیں ۔ بھارت کی طرف اب امریکہ کا جھکاؤ ہورہا ہے یہ پاکستان کے لئے ایک خطرناک علامت ہے امریکہ بھارت کے ساتھ مل کر بڑا کردار ادا کرنا چاہتا ہے ۔ چین کا محاصرہ کیا جارہا ہے چین کے اطراف بتدریج پیش قدمی کے لئے امریکہ متعدد اقدامات کررہا ہے ۔ پاکستان کے بارے میں امریکہ کے رویئے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے رائے ظاہر کی کہ وہ بنیاد پرستی اور اسلامائزیشن کی آڑ میں ہمیں مارنا چاہتا ہے وہ کسی بھی ملک میں اسلام پرستوں کی حکومت نہیں دیکھنا چاہتا خواہ وہ انتخاب کے ذریعے ہی کامیاب ہو کر کیوں نہ آئی ہو ' اس کی تازہ مثال الجزائر ہے ۔ امریکہ یہ بھی چاہتا ہے کہ پاکستان کے تعلقات افغانستان' ایران ' ترکی اور چین سے خراب ہوجائیں۔ نیو ورلڈ آرڈر سے اسلامی دنیا کو شدید خطرات لاحق ہیں اس لئے ہمیں احتیاط ' بالغ نظری اور دور اندیشی سے اپنی خارجہ پالیسی تشکیل دینی چاہیے نیز داخلی طور پر سیاسی محاذ آرائی کا خاتمہ کرنا چاہیے اور سندھ کے مسئلے کو بھی حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مفاہمت کے جذبے سے حل کرنا چاہیے۔

مخالف سمت میں جانے یا اس بہاؤ میں اپنے آپ کو مدغم ' مغلوب یا مستغرق کرنے کے دونوں راستوں سے بچنا چاہیے اور ایک ایسی تیسری راہ اختیار کرنی چاہیے کہ ہمارا تشخص اور مفاد بھی مجروح نہ ہو اور ہم سیدھی فکر لے کر اور کسی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش بھی نہ ہوجائیں ۔ جنرل بیگ کا تجویز کردہ لائحہ عمل ناقابل عمل تو نہیں لیکن اس پر عمل کرنا اتنا آسان بھی نہیں جتنا اس کو بیان کرنا ۔ اب یہ ہماری اور ہمارے ہم خیال مسلمان ممالک کی قیادت پر منحصر ہے کہ وہ امریکی عزائم کا ادراک بھی حاصل کرے ' ان کے مضر اثرات سے بھی محفوظ رہے اور اپنے مفادات کا تحفظ بھی کرسکے۔

باقی صفحہ ۱۹ پر

خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اور عرب بغاوت

عرب تجزیہ نگار باسم عجمی کا نظریہ

ترجمہ و تلخیص: سردار اعوان

عام خیال ہے کہ خلافت عثمانیہ کا چراغ گل کرنے میں زیادہ ہاتھ عربوں کا تھا لیکن ایک عرب دانشور 'باسم عجمی اس کا ذمہ دار خود ترکوں کو قرار دیتے ہیں ۔ ان کا نقطۂ نظر امارات کے روزنامہ "خلیج ٹائمز" (۲۶ ر جنوری ۹۳ء) میں بزبان انگریزی شائع ہوا ۔ یہ دراصل ایک سلسلہ مضامین کی پہلی کڑی ہے ' باقی اقساط جب ہم تک پہنچیں ' نذر قارئین کردی جائیں گی ۔ ان کی رائے سے ہمارا متفق ہونا تو ضروری نہیں لیکن یہ دعوت فکر تو ہے ' آپ بھی سوچئے اور اگر کچھ لکھنے پر طبعیت آمادہ ہو تو ہمارے صفحات اس کے لئے حاضر ہیں ---- ادارہ

پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف نے جہاں خیال ہے کہ اسلامی شریعت رائج ہے' الجزائر میں رونما ہونے والی حالیہ تبدیلی پر تبصرہ کرتے ہوئے "اسلامی بنیاد پرستی" کی اصطلاح پر حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ "ایک شخص مسلم ہے یا پھر غیر مسلم"۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مغرب مخالف اسلامی تحریکوں کو جو جامہ پہنانے کی کوشش گذشتہ کئی سال سے ہو رہی ہے' اس کے بارے میں کوئی اطمینان بخش بات کہنے سے وزیراعظم کے علاوہ کئی اور مسلمان بھی قاصر رہتے ہیں حالانکہ صحافتی زبان میں یہ اصطلاح غیر معروف قرار دی جانی چاہئے۔ کیونکہ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پرانی اصطلاح "اسلامی بنیاد پرستی" جو بجائے خود غیر واضح ہے' پان اسلام ' کا تسلسل معلوم ہوتی ہے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ آئندہ کسی موقع پر بیان کیا جائے گا۔ البتہ ان میں ایک مشترک حقیقت یہ ہے کہ دونوں اصطلاحات غیر مسلم ہیں۔

سب سے پہلے ایک فرانسیسی اخبار نویس ' گیربل کرامز نے اواخر ۱۸۸۱ء میں "پان اسلام" کی اصطلاح اپنے ایک سلسلہ مضامین میں استعمال کی جو اس سال اکتوبر میں تیونس پر فرانس کے قبضہ کے خلاف مسلمانوں کے رد عمل کے بارے میں ایک مشہور فرانسیسی جریدہ میں شائع ہوئے۔ مغرب یعنی عیسائی طاقتوں کے خلاف مسلم اتحاد کی اس تحریک کو کرامز نے "پان اسلام" کا نام دیا۔ دو ماہ بعد ۲۹ دسمبر ۱۸۸۱ء کو اسی موضوع پر ٹائمز' لندن نے بھی یہی اصطلاح استعمال کی۔ بعد میں بیشتر مسلم علاقے جو سلطنت عثمانیہ کا حصہ تھے' غیر مسلم تسلط میں آگئے تو یہ اصطلاح زیادہ عام ہو گئی۔

ترکی نہ صرف اپنے بعض یورپی اور ایشیائی علاقوں سے ہاتھ دھو بیٹھا بلکہ اس کا دارالخلافہ استنبول بھی یورپی اثرات سے محفوظ نہ رہا۔ سلطنت عثمانیہ کو امت مسلمہ کے سیاسی و روحانی مرکز کی حیثیت حاصل تھی لہٰذا اس میں مغربی عیسائی طاقتوں کا اثر و نفوذ مسلمانوں کی اکثریت کے لئے باعث تشویش تھا۔ اگرچہ اکثر مسلمان اسے اپنی آزادی اور تہذیب کے لئے خطرہ تصور کرتے تھے تاہم بعض مسلمان اسلام کے سیاسی اور سماجی نظام میں جدید تقاضوں کے تحت تبدیلی کے خواہاں بھی تھے۔ ان میں مصر کی ایک ممتاز شخصیت رفعت التحتوی (۱۸۰۱-۷۳) کا نام نمایاں ہے۔

تحتوی نے جامعہ الازہر اور بعد ازاں پیرس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ یورپ سے اہل علم حضرات کو اپنے ہاں تعلیم دینے پر مامور کیا جانا چاہئے تاکہ مغرب میں سائنسی اور ثقافتی ترقی سے اسلام کو استفادہ ہو۔ چونکہ اس وقت تک یورپ سے براہ راست خطرہ کہیں ظاہر نہیں ہوا تھا چنانچہ وہ یہ اندازہ کرنے میں ناکام رہے کہ نئی نئی سائنسی ایجادات بھی تو مغرب کو امت مسلمہ پر اپنا سیاسی اور اقتصادی غلبہ قائم کرنے میں ممدومعاون ثابت ہوں گی۔

انیسویں صدی کے آخر میں یہ دیکھنے میں آیا کہ مسلمان در حقیقت یورپ کے پنجہ استبداد میں جکڑے جا چکے ہیں تو اس کے خلاف حرکت پیدا ہوئی اور مغرب کی وضع کردہ اصطلاح "پان اسلام" حالات و واقعات کے نتیجہ میں اسلامی اصطلاح بن کر عام ہوئی۔ عربوں کے لئے اس سے مراد وحدت اسلام ہے جب کہ مغربی مصنفین اسے جمال الدین افغانیؒ (۱۸۳۸-۹۷ء) کی اختراع شمار کرتے ہیں۔ تحتوی کے برعکس افغانیؒ نے اسلام کے خلاف واضح طور پر یورپی خطرات کو محسوس کیا اور برطانیہ کے خلاف نظریاتی حملوں کا آغاز کیا جو مسلمانوں کی آزادی سلب کرکے انہیں ذلیل و رسوا کرنے کے درپے تھا مگر اس کے ساتھ ہی انہوں نے مسلمان حکمرانوں کو بھی اپنی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا جو آپس کے جھگڑوں کے باعث عیسائی اقوام کے لئے نوالہ تر ثابت ہوئے۔ ان کی یہی کمزوری بعد میں "پان اسلام" کے نظریہ کے خلاف حربہ کے طور پر استعمال ہوئی۔ مزید ستم یہ ہوا کہ انہوں نے یہ تنقیدیں یورپ کے مرکز پیرس سے کیں۔

جہاد کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور بحث مباحثہ تاحال جاری ہے۔ کیمونزم کے خاتمہ سے جو نیا عالمی نظام وجود میں لایا جا رہا ہے' اس کے پیش نظر ماضی میں مروجہ عالمی نظام کے قیام پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس میں بڑی طاقتوں نے قومیتوں کا چکر چلا کر کامیابی حاصل کی۔

بین الاقوامی سیاست میں پہلی جنگ عظیم سے اسلام کے خلاف کارروائی کا آغاز ہوا۔ جب ۱۹۰۸ء میں ترک فوج سے نوجوان افسروں کا ایک گروہ آگے آیا اور اس نے سلطان کی جگہ اپنے نمائندے کو حکومت سونپ دی تو اس کا اصل محرک یہودی ذہن تھا۔ شروع میں کئی حلقوں نے اسے سیاسی اور سماجی سطح پر ایک خوش آئند تبدیلی تصور کیا تھا مگر جلد ہی صیہونیت کے زیر اثر پریس اور دیگر مطبوعات کے ذریعہ عربی زبان اور اسلام کے خلاف صیہونی نفرت و حقارت کے بند کھل

گئے۔ سلطنت عثمانیہ کے دور کے تمام تر مصائب اور پس ماندگی کا ذمہ دار عرب عوام اور دین اسلام کی "فرسودہ" تعلیمات کو قرار دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ مسلم اتحاد کو زک پہنچانے کے لئے ترک قومیت کا پرچار کر کے اسے اسلام کے متبادل کے طور پر آگے لایا گیا جس کے رد عمل میں عربوں کے اندر عرب قومیت نے جنم لیا اور مسلم اتحاد کا شیرازہ بکھرنے کا عمل رونما ہوا۔

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی اور اسلام کی عظمت کو بین الاقوامی سیاست میں بطور ایک حربہ کے آزمانے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ترکی نے جہاد کے فتویٰ کے تحت جنگ کا اعلان کیا لیکن اس کا بہت کم لوگوں کو علم ہو گا کہ یہ فتویٰ مسلم علماء کے بجائے ایک خاص پروپیگنڈہ دفتر سے جاری ہوا جس کا سربراہ ایک جرمن یہودی "میک وان اوپن ہیم" تھا۔ ترکوں سے گلو خلاصی کے لئے برطانیہ کی مدد چاہی جیسے جرمنوں کی طرح خود بھی اسلام کے نام سے فائدہ اٹھانا مطلوب تھا لہٰذا ۵ر جون ۱۹۱۶ء کو برطانیہ کے حمایتی شریف حسین والی مکہ کی سرکردگی میں عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کے لئے بھی جہاد ہی کا فتویٰ استعمال کیا گیا۔ گویا ترک اور عرب باہم متحارب دھڑوں میں ہونے کے باوجود "جہاد" میں مشغول تھے۔

اس صورت حال نے اسلامی دنیا کو شش و پنج میں ڈال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے ترکوں کی خانگی حکمت عملی سے بے خبری کے سبب برطانیہ اور شریف حسین کے خلاف جذبات کا اظہار کرتے ہوئے سلطنت عثمانیہ اور آخری خلیفہ کے حق میں تحریک بھی چلائی حالانکہ در حقیقت ترک اور عرب دونوں ہی بڑی طاقتوں کا آلہ کار تھے اور سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ کے نتیجہ میں وجود میں آنے والی مسلمان ریاستوں پر بیرونی تسلط سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ ○○

خلافت کا نظام معیشت

سرمایہ پرستی کی غلاظت سے پاک ہوگا۔

امیر تنظیم اسلامی اور داعی تحریک خلافت کے خطبہ جمعہ (۳۱ر جنوری) کے پریس ریلیز۔ اس تقریر کا خلاصہ اگلے شمارے میں شامل ہوگا۔ ان شاء اللہ

لاہور ۳۱ر جنوری: امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو اس سے غرض رکھے بغیر کہ یہاں حکومت آئی جے آئی کی ہے مسلم لیگ کی ہے یا نواز شریف کی ' یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وقت دعا ہے۔ اقتدار کی مثلث میں کوئی کچھ بھی کردار ادا کر رہا ہو لیکن صاف نظر آتا ہے کہ برتری کے نشہ سے سرشار امریکہ کی مخاصمت نے پاکستان کو کڑی آزمائش سے دو چار کردیا ہے ۔ جامع القرآن ماڈل ٹاؤن میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ امریکہ اور اس کا حلیف مغرب مسلمان ملکوں میں "بنیاد پرستی" کی لہر سے خائف ہے جس کی پاکستان میں بھی گہری جڑیں موجود ہیں بلکہ فرقہ واریت اور جاگیرداری کی لعنت ہم پر مسلط نہ ہوتی تو یہاں اس کے لئے ماحول سب سے زیادہ سازگار تھا ۔ الجزائر میں انتخابی عمل کے ذریعے ابھرنے والی اسلامی قوت کو جبر سے دبانے والوں کی عملی حمایت کر کے امریکہ نے اپنے بنیادی عقیدے یعنی جمہوریت تک سے انحراف قبول کر لیا ہے جبکہ پاکستان میں بھی اس کے نزدیک پانی خطرے کے نشان سے اوپر چڑھتا جارہا ہے جہاں اسلام کی طرف طویل لیکن سست رو دستوری و قانونی پیش رفت کو وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں نے اچانک مہمیز دے دی ہے ۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سود کے معاملے میں وفاقی شرعی عدالت نے ایک واضح موقف اختیار کیا اور اس عدالت کے سربراہ جسٹس تنزیل الرحمٰن کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ فاضل عدالت کا کام موجودہ قوانین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے فیصلے دینا ہے جبکہ متبادل قانون سازی اس کا نہیں ' قانون ساز ادارے یعنی اسمبلی کا کام ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ سود کے مسئلے پر ملک کے اندر ہی نہیں ' باہر بھی ایک کھچڑی سی پک رہی ہے اور بحران سامنے کھڑے نظر آتے ہیں ۔ آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری قیادت کو اس نازک صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے استقلال اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔ انہوں نے واضح کیا کہ سرمایہ دارانہ معیشت کے رد عمل میں جس اشتراکیت نے جنم لیا وہ ناکام و نامراد ہو کر فنا کے گھاٹ اتر گئی ہے کیونکہ اس نے اپنے سسٹم کی بنیادیں طبع انسانی سے مناسبت نہ رکھنے والے اصولوں پر رکھی تھیں ۔ اب ہمارے لئے موقع ہے کہ اسلام کے عادلانہ اصولوں پر مبنی ایک معاشی نظام قائم کر کے دکھادیں جو انسانی فطرت و طبیعت کے تقاضوں کی بھرپور تسکین کرتے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ اس چیلنج کو قبول کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور ہمارے دین و ایمان کا تقاضا ہے ۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگرچہ خلافت اسلام کے سیاسی نظام کا موزوں ترین عنوان ہے جس میں انسانی حاکمیت کے تصور کی کامل نفی ہوجاتی ہے تاہم نظام خلافت کے معاشی پہلو کو اجاگر کئے بغیر خلافت کی وکالت کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آج انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اقتصادیات کی اہمیت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے بلکہ بین الاقوامی سیاست بھی اب تو اقتصادیات کی تابع ہے ۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت اگر بظاہر کامیاب نظر آتا ہے تو اس لئے کہ طبع انسانی کے داعیات کو اس میں کارفرمائی کا پورا موقع دیا گیا۔ آزاد معیشت ' نجی ملکیت ' ذاتی منفعت کے لئے بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی گنجائش ' طلب و رسد کا خود کار توازن اور ہائر اینڈ فائر یعنی کام پر رکھنے اور نکالنے کے اختیار جیسے عوامل انسان کے فطری تقاضوں سے مطابقت رکھتے ہیں تاہم سود کی لعنت مغربی معیشت کے جسم کا وہ سرطان ہے جو اس کی تمام خوبیوں کو بے اثر کر کے آسودہ اور محروم طبقات میں فاصلے بڑھا رہا ہے اور آخر کار ویلفیئر کو بھی ناکام کر کے اسے موت سے ہمکنار کردے گا۔ انہوں نے کہا کہ خلافت کے بابرکت نظام معیشت میں ان سب خوبیوں پر سود کے قطعی خاتمے ' جاگیرداری کی حتمی منسوخی اور نظام زکوٰۃ کی صحیح معنوں میں تنفیذ کا اضافہ کیا جائے گا تو وہ مثالی معاشرہ عالم وجود میں آئے گا جس کا خواب ہم دیکھتے ہیں اور جس کے قیام کے بعد افراط و تفریط کی ماری جدید دنیا خود بخود اس کی طرف لپکنے پر مجبور ہوجائے گی۔

مسالک کے اختلافات خلافت کی راہ میں رکاوٹ نہیں

امیدواری کو اسلام میں حرام کس نے قرار دیا؟

خواتین ستر و حجاب کی پابندی کے ساتھ بھی قومی تعمیر میں حصہ لے سکتی ہیں

ڈاکٹر اسرار احمد نے کراچی میں معاونین تحریک خلافت کے سوالات کے جواب دیے

سوال۔ ۲۹ فی صد شیعہ خلافت کو کیسے تسلیم کر لیں گے۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تقریباً چھ ماہ بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ کیونکہ وہ شاید یہ خیال فرماتے ہوں یا خیال فرماتے تھے کہ اہل بیت ہونے کے ناطے سے خلافت میں ان کا پہلا حق ہے' اور مسلمانوں میں پہلا اختلاف خلفاء کی ترتیب ہی پر ہوا۔

جواب۔ بھئی آپ نے یہ انتیس کا عدد کہاں سے حاصل کر لیا کوئی دو فی صد کہتا ہے کوئی تین فی صد آپ متعین طور پر ۲۹ فی صد کہتے ہیں۔ آپ تیس کہہ دیں' پچیس کہہ دیں۔ یہ ۲۹ فی صد تو معلوم ہوتا ہے باقاعدہ حساب کتاب سے حاصل ہوا ہے۔ ویسے ان کی آبادی کا تناسب بڑا متنازعہ ہے۔ وہ خود بھی کبھی اپنے کو ۲۵ فی صد سے زیادہ نہیں کہتے لیکن ہمارے سنی حضرات کہتے ہیں کہ دو تین یا پانچ سات فی صد ہیں' مجھے نہیں معلوم۔ چونکہ ہمارے ہاں مردم شماری میں یہ چیز لکھی نہیں جاتی لہٰذا معین ہو ہی نہیں سکتا واللہ اعلم۔ تو اس تاریخی پس منظر میں عملی طور پر خلافت کے شعبے کا پاکستان میں سرکاری طور پر قیام ممکن بھی ہے یا نہیں؟۔ تاہم مسئلہ بڑا اہم ہے لیکن اس میں کئی سوالات آ گئے ہیں۔ دیکھیے 'شیعہ سنی اختلاف تو یہاں شریعت کے نافذ کرنے میں بھی رکاوٹ ہے اگر اسی اختلاف کو دلیل بنانا ہے تو پھر سیکولر حکومت ہونی چاہیے 'کتاب اور سنت کی بات ہونی ہی نہیں چاہیے۔ اور اگر اس کے باوجود ہم یہاں اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں اور شریعت کے قانون کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت بھی ہو سکتی ہے۔

گویا پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر رکاوٹ ہے تو دین کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ نفاذ دین کو آپ خلافت کہیں' چاہے اسلامی نظام کہیں' اسلامی شریعت کہیں' جو چاہیں کہہ لیں۔ اس کا مطلب ہوا کہ یہ دلیل صرف خلافت کے لئے خاص نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خلافت کے وہ منکر نہیں ہیں۔ اختلاف صرف تاریخی ہے کہ ابوبکرؓ' عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت صحیح نہیں ہے بلکہ خلیفہ براہ راست حضرت علیؓ ہیں۔ چنانچہ خلافت کے تو منکر نہ ہوئے نا!۔ فرق تو صرف یہ ہوا کہ کس کی خلافت صحیح ہے کس کی غلط۔ تیسری بات یہ شیعہ مجتہد سید ہادی نقوی نے بھی مجھ سے گفتگو میں یہ مانا کہ "ہم اور اہل سنت اس وقت عملاً ایک ہی جگہ ہیں' اس لئے کہ ہمارا امام معصوم بھی موجود نہیں۔" ہم کسی امام معصوم کے سرے سے قائل ہی نہیں' وہ صرف قائل ہونے کے درجے میں قائل ہیں ورنہ بالفعل تو انکا امام بھی موجود تو نہیں ہے۔

یہ دوسری بات بہت اہم ہے۔ ہم تو قائل ہی نہیں کہ حضورؐ کے بعد کوئی امام معصوم ہے۔ وہ قائل ہیں لیکن وہ موجود نہیں تو فائدہ کیا ہوا کیونکہ عملی طور پر ہم ایک ہی جگہ کھڑے ہیں۔ تیسری بات جو مجھے ان سے معلوم ہوئی وہ انہی کی کہی ہوئی لیکن بہت اہم ہے اور وہ میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ یہ کہ ہم بھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہم نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نام رکھ کر غلطی کی جس سے عام لوگ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سینوں پر بھی اپنی فقہ جعفری ٹھونسنا یا نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ موقف تو ہمارا ہے ہی نہیں' ہمارا اصل موقف یہ ہے کہ سینوں کے لئے ان کی فقہ' ہمارے لئے ہماری فقہ۔ اس حد تک تو کوئی اختلاف نہیں کرے گا پرسنل لا میں تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہر مسلک کے لئے اس کی اپنی فقہ ہو لیکن ملک کے عمومی قانون میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ چوری اگر شیعہ کرے تو اس کی صرف انگلیاں کٹیں گی اور سنی چوری کرے تو اس کا پورا ہاتھ کٹے گا۔ یہ دو قانون ملک میں اکٹھے نہیں چل سکتے اور یہیں ہمارا اور ان کا اختلاف ہے۔ تاہم احوال شخصی میں ہم بھی کہتے ہیں انہیں پوری آزادی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ ایران میں ہے کہ سینوں کو انہوں نے پرسنل لاء میں آزادی دے رکھی ہے۔ نماز جیسے چاہتے ہو پڑھو' چاہو تو ہاتھ باندھ لو۔ وہ خود ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے ہیں لیکن کوئی جبر نہیں ہے۔ روزہ جب چاہو بند کرو جب چاہو افطار کرو۔ لیکن انہوں نے کہا ہے کہ Law of the Land فقہ جعفریہ ہو گا۔

اسی طرح یہاں بھی ہو گا کہ ملکی قوانین میں سینوں کی فقہ چلے گی البتہ پرسنل لاء میں شیعوں کو بھی حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنی فقہ پر عمل کریں۔ یہ ہے اصل مسئلہ اور اسی پر کوئی سودا Agreement ہو سکتا ہے۔ باقی تاریخی اعتبار سے یہ تو ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے چھ مہینے بعد حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی لیکن اس کا سبب کیا تھا یہ ہمیں معلوم نہیں۔ ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک علمی کام میں لگے ہوئے تھے' قرآن مجید کو ترتیب نزولی سے مرتب کر رہے تھے اور اس وجہ سے وہ بالکل گھر میں بند رہے۔ بس نماز پڑھی اور گھر جا کر اس کام میں لگ گئے۔ ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو شدید صدمہ تھا۔ ایک صدمہ تو حضورؐ کے انتقال کا اور دوسرے ان کے خیال میں ایک باغ فدک پر ان کا

حق تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ نہیں حضورؐ نے تو فرمایا کہ ہمارا کوئی ورثہ نہیں ہوتا۔ نبیوں کا کوئی ورثہ یا میراث نہیں ہے ۔ تو اس کا انہیں صدمہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ میری رائے صحیح ہے چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی ان کی دلجوئی کے لئے حضرت ابوبکرؓ سے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی۔ ایک رائے یہ ہے کہ وہ خود کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ واللہ اعلم

اب ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ تاریخ میں اس پر مختلف آراء اور مختلف توجیہات ہیں اب ہم خواہ مخواہ اس قضیئے کو کہاں طے کرنے بیٹھیں ۔ لیکن ایک اصولی بات سمجھ لیجئے اگر بالفرض وہ سمجھتے بھی تھے کہ میں حقدار ہوں ' میں زیادہ اہل ہوں تو یہ نہ کفر ہے ' نہ شرک ' نہ گناہ۔ یہ کچھ لوگوں نے ایک غلط خیال پھیلا دیا ہے کہ امیدواری حرام ہے امیدواری اس معنی میں قطعاً حرام نہیں ہے کہ ایک شخص سمجھتا ہے کہ میں درپیش کام کرسکتا ہوں ' میرے اندر صلاحیت ہے تو اپنے آپ کو پیش نہ کرے ۔ حضرت یوسف علیہ اسلام نے بادشاہ مصر سے کہا تھا "اجعلنی علی خزائن الارض" میرے ہاتھ میں کنٹرل دے دو "انی حفیظ علیم" میں حفیظ بھی ہوں' علیم بھی حفاظت کرنے والا ہوں ' خیانت نہیں کروں گا ۔ علیم بھی ہوں صلاحیت رکھتا ہوں ۔ صحیح طور پر بندوبست کروں گا۔ ایک شخص سمجھتا ہے کہ قوم کا ایک مسئلہ ہے جسے حل کرنے کی میرے اندر اللہ نے صلاحیت دی ہے تو ہوسکتا ہے غلط خیال ہو لیکن یہ خیال رکھنا کوئی کفر اور شرک نہیں ہے یہ سمجھ لیجئے کہ جیسے آج کل سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں وہاں یہ پارٹیاں نہیں تھیں' قبائل تھے ۔ بنو ہاشم ' بنو امیہ' انصار اور خزرج ۔ انصار نے کہا تھا کہ ہمارا حق ہے جس پر حضرت ابوبکرؓ نے حدیث سنائی انصار پیچھے ہٹ گئے ۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ حضورؐ نے فرمایا " الائمتہ من قریش" اسے سن کر انصار اپنے دعوے سے دستبردار ہوگئے ۔ کتنا حساس اور نازک مسئلہ تھا اور کتنی بڑی بات ہے کہ حضورؐ کی ایک حدیث پر اس کا فیصلہ ہوگیا' اور کسی نے بھی پلٹ کر ابوبکرؓ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی اور گواہ ہے کہ حضورؐ نے یہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں یہ شک ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ غلط بات کہہ سکتے ہیں۔

پھر جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیا تو مشورہ لے کر کیا ۔ لوگوں سے پوچھا ' بات چیت کی اگلے موقع پر حضرت عمرؓ نے جو چھ افراد کی کمیٹی بنائی اس کی تفصیل یہ تھی کہ وہ سب کے سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے ۔ وہ چوٹی کے صحابہ تھے ' انہی کی کمیٹی بنا دی ۔ ان میں سے تین دستبردار ہوگئے کہ ہم اس منصب کے طالب نہیں اس کا مطلب ہے کہ باقی تین تو تھے ' حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف۔ اب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ اگر تم اپنا معاملہ میرے حوالے کرو تو میں بھی دستبردار ہوتا ہوں ۔ باقی دونوں امیدوار تھے یا نہیں تھے لیکن انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور مان لیا اب آپ نے مشورہ کرنا شروع کیا ۔ خواتین سے بھی ' مردوں سے بھی' بچوں سے بھی اور آخر حضرت عثمانؓ کے حق میں فیصلہ کردیا۔ تو یہ جو خیالات ذہن میں بیٹھے ہوئے ہیں یہ بہت ہی سطحی سی باتیں ہیں ۔ اپنے لئے اقتدار کا طالب ہونا بہت بڑا گناہ ہے ۔ لیکن کوئی آدمی اگر یہ سمجھے کہ میرے اندر اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے ' پھر بھی قوم اور ملت کے لئے اسے خرچ نہ کرے تو یہ خیانت ہوگی بشرطیکہ صلاحیت موجود ہو ۔ ہاں ' یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ نے صلاحیت نہ رکھی ہو آدمی کو خود زعم ہوگیا ہو ۔ یہ سارے امکانات ہیں لیکن محض امیدواری کو حرام قرار نہیں دیا جاسکتا ۔

اسی پس منظر میں میں نے اپنی تقریر میں آپ سے عرض کیا ہے کہ اب جو نظام خلافت وجود میں آئے گا تو امیدوار بھی سامنے آئیں گے امیدوار آئیں گے تو ان کی جانچ پرکھ بھی ہوگی کیونکہ ووٹر کو رائے دینی ہے ۔ تو عملی نظام اسی طرح چل سکتا ہے ۔ میں نے اس سوال کو مفید سمجھا اور چاہا کہ اس حوالے سے سارے مسئلے کی وضاحت ہوجائے جانچ پرکھ امیدوار کی ہوگی رائے دہندہ کی نہیں البتہ اگر کوئی ووٹر قادیانی یا غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے تو اس کا ووٹ نہیں ہوگا ورنہ جو بھی مسلمان ہے ' وہ برابر کا شریک ہے چاہے وہ منافق ہو ۔ ہمیں کیا پتہ کسی کے دل کا کہ مسلمان ہے یا نہیں۔ منافقوں کا سردار بھی ہو تو وہ مسلمان ہے اور اس کا ووٹ ہے۔

☆س حجاب کو قائم رکھتے ہوئے موجودہ زمانے میں پاکستان میں کس طرح ہم اپنی تمام دینی بہنوں' بیٹیوں کو زندگی کے ہر پہلو' ہر شعبے میں شریک کرسکتے ہیں کہ ماؤں کی گھریلو مصروفیت اور بچوں کی شریعت کے اعتبار سے تربیت بھی زیادہ متاثر نہ ہو براہ کرم یہ بھی بتائے کہ اس بڑھتی ہوئی بے حجابی کے سیلاب کو کس طرح روکا جائے؟

○ج دیکھئے میں نے یہ نہیں کہا کہ عورتوں کے لئے کام کرنا لازم ہے ۔ میں تو شریعت کا یہ حکم بتا رہا ہوں کہ ان کے لئے کام کرنا حرام نہیں ۔ کوئی ایسی عورت ہے جس کا شوہر فوت ہوگیا ہے ' وہ اپنے بچوں کے لئے خیرات نہیں لینا چاہتی ' زکوۃ بھی نہیں لینا چاہتی بلکہ کام کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے حرام نہیں گھر میں بیٹھ کر کام کرے۔ ہماری کتنی ہی خواتین ہیں جو بیوہ ہوگئیں اور انہوں نے سلائی کڑھائی کرکے بچوں کو پالا ہے۔ یہ کام ہوتا ہے گھر میں بیٹھ کے۔ وہ گھر میں بیٹھ کر کام کریں ' آپ گھریلو صنعت کو رواج دیجئے ۔ کام کرنے میں کیا برائی ہے ۔ باقی ہر میدان میں کاندھے سے کاندھا ملا کر عورتوں کو لانا کس حکیم نے لکھا ہے یہ تو ہے ہی نہیں ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے بنیادی طور پر ان کے میدان ہی علیحدہ بنائے ہیں لیکن مجبوری ہو' ایمرجنسی ہو تو یہ حرام نہیں ہے کہ کوئی خاتون کام کرے ۔ فرض

فکر و نظر کو جلا بخشنے کا سنہری موقع

آٹھ تا چودہ فروری دفتر تنظیم اسلامی راولپنڈی میں معاونین تحریک خلافت کے لئے ایک ہفت روزہ تربیت گاہ کا اہتمام کیا گیا ہے ' جس کا دورانیہ عصر سے عشاء تک ہوا کرے گا ۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے قرب و جوار میں بسنے والے معاونین اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

منجانب: تنظیم اسلامی راولپنڈی/اسلام آباد

کیجئے کوئی خاتون کسی کے گھر میں جا کر کام کرتی ہے تو وہ گھر کو جانے میں اپنے ستر اور حجاب کے تقاضوں کو پورا کرے گی اور جا کر ملازمت کر کے واپس آجائے گی یہ حرام نہیں ہے ۔ ستر اور حجاب کو نافذ کر کے بھی ان چیزوں کے راستے کھلے ہوئے ہیں ۔ لیڈی ڈاکٹر بننا چاہتی ہے ' بنے لیکن پائلٹ بننا بھی کوئی فرض ہے؟ ہر میدان میں تو میں نہیں کہتا ' یہ آخر کا ہے کے لئے؟ ۔ یہ تو ترقی پسندوں کا نظریہ ہے کہ ہر میدان میں کندھے سے کندھا ملایا جائے ۔ حالانکہ کندھے سے کندھا آج تک نہیں ملا اور امریکہ میں بھی آج تک کوئی عورت صدر ریاست نہیں بنی' لیکن نعرے لگا رہے ہیں انہوں نے دھوکہ دینے کے لئے اور ہم لوگوں کو ورغلانے کے لئے ' پاگل بنانے کے لئے ۔ ورنہ وہاں کیوں نہیں کوئی عورت آج تک صدر بن گئی ۔ تو اس اعتبار سے ہر میدان کی ضرورت نہیں ہے ۔ البتہ ایمرجنسی میں ضرورت ہو جو قومی سطح پر بھی پیش آ سکتی ہو تو دوسری بات ہے ۔

اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ امریکہ سے ہم نے دشمنی مول لے لی ' فلاں سے ہم نے دشمنی مول لے لی اور اب اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہے ۔ جب تک صنعتی پیداوار نہیں بڑھے گی ' ہم کیسے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے ۔ چنانچہ عورتوں کو بھی کام کرنا چاہیے ۔ کریں عورتیں کام لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا ترجیحات کی ترتیب یہ ہوگی کہ سب سے پہلے گھریلو صنعت کو رواج دیں تاکہ عورت گھروں میں رہ کر کام کر سکے ' نہ کہیں آنا جانا ہو ' نہ گھر سے نکلنا ہو اور نہ وقت صرف ہو تو قومی سطح پر پروڈکشن میں تو اس کا حصہ ہو گیا ۔ پھر آپ ایسے صنعتی یونٹ بنا دیں جس میں آٹھ گھنٹے کی بجائے چار گھنٹے کی شفٹ ہو ۔ عورت چار گھنٹے نکال سکتی ہے کہ جائے اور گھر کے کام بھی کرے ۔ اس میں یہ ہو کہ عورتوں کا ہی یونٹ ہو ' عورتیں ہی اس کی نگرانی کریں اور اختلاط مرد و زن نہ ہو یہ ساری چیزیں آپ کو کرنی پڑیں گی ۔ لوگوں کو اس اعتبار سے سمجھانا ہوگا اس لئے میں اس پر تفصیل سے بات کر رہا ہوں ۔

☆س خلافت کا مطلب صدارتی نظام تو نہیں ؟

○ج ہم نے تو لکھا ہے کہ خلافت کا نظام صدارتی نظام سے قریب تر ہے بلکہ کہنا یہ چاہیے کہ صدارتی نظام خلافت کے نظام سے قریب تر ہے ۔ اگر پارلیمانی نظام حرام نہیں تو صدارتی نظام کیسے حرام ہو جائے گا میں ہمیشہ سے کہتا آرہا ہوں کہ یہ دونوں نظام جائز ہیں ۔ وحدانی نظام ' وفاقی نظام اور کنفڈریشن سب جائز ہیں Confederation کو بھی آپ حرام نہ سمجھئے ۔ کتنی خواہش ہوگی ہماری آج کہ سابقہ مشرقی پاکستان کی اور ہماری Confedreation ہی ہو جائے! اگر آج پاکستان میں کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کنفیڈریشن ہونی چاہیے تو آپ ان سے بات کریں ' اس پر بحث کریں اور دلائل دیں لیکن اسے حرام تو نہیں کہہ سکتے۔

دنیا میں کئی سیاسی نظام چل رہے ہیں وحدانی ' صدارتی ' وفاقی صدارتی جیسے امریکہ میں ہے اور وحدانی نہیں اور کنفڈرل صدارتی پھر وحدانی پارلیمانی ' وفاقی پارلیمانی اور کنفیڈرل پارلیمانی یہ چھ کے چھ جائز ہیں ۔ البتہ خلافت راشدہ سے قریب تر صدارتی نظام ہے تو اس میں کیا قباحت ہے کہ ساتھ ساتھ وفاقی بھی ہو ' پاکستان کے حالات میں جس کی زیادہ ضرورت ہے ہمیں پسند ہو یا نا پسند ' یہاں پر قومیتوں کا تصور اب پیدا ہو چکا ہے اور ہر قوم اپنا حق مانگتی ہے ۔ اسے اپنی زبان عزیز ہے کہ سوائے عربی زبان کے کوئی دوسری زبان مقدس نہیں " اردو شریف" آسمان سے نازل نہیں ہوئی ' انسانوں ہی کی زبان ہے اور سندھی کوئی کافروں کی زبان نہیں ۔ غیر عربی تفسیر سب سے پہلے سندھی زبان میں لکھی گئی تہذیب کا اور اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز سندھ تھا ۔ ایک زمانے میں تین سو دارالعلوم سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ ہی میں تھے ۔ یہاں کے محدثین نے حجاز میں جا کر حدیث پڑھائی ۔ یہ کوئی معمولی بات ہے ؟ اس اعتبار سے کوئی حرج نہیں ہے کہ صوبے لسانی بنیاد پر بھی بن جائیں ۔ ہندوستان نے اسی بنیاد پر صوبوں کی نئی حد بندی کر لی ' وہاں کتنی مضبوط جمہوریت ہے ۔ پینتالیس برس کے اندر صرف دو سال ہی ہنگامی حالات کے گزرے ہیں نا ! ورنہ ان کی آئینی حکومت ہی کا تسلسل چل رہا ہے ۔ انہوں نے نئے لسانی صوبے بنا لئے تو کیا کوئی حرام یا غلط کام ہو گیا؟

صدارتی نظام یقیناً قریب تر ہے خلافت کے نظام کے اور روح عصر کے مطابق وہ وفاقی صدارتی نظام ہے۔ وفاق کی اکائیوں کو کافی خوداختیاری حاصل ہونی چاہیے ۔ اسی لئے ہم نے کہا کہ صوبے زیادہ بنا دو اور سب کو برابر برابر کر دو کہ کسی کے غلبہ کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ صوبہ پنجاب جوں کا توں رہے جو اب بھی صوبوں میں سب سے بڑا ہے اور سندھ کو تقسیم کیا جائے تو سندھی مرجائے گا' تقسیم نہیں ہونے دے گا ۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ پنجاب بھی چھ ٹکڑوں میں بٹ رہا ہے تو کہے گا ٹھیک ہے ' یہ تو ایک انتظامی سہولت ہے ۔ اس معاملے کو اس انداز میں سلجھایا جائے تو انشا اللہ ایسے سب مسائل کا حل نکل آئے گا ۔ چنانچہ ہمارا جو دس نکاتی پروگرام ہے اس میں دین کے نظام یا خلافت کے نظام میں ملکی حوالے سے بھی جو صورت ہمارے لئے صحیح ترین ہو سکتی ہے ' وہی ہمارے پیش نظر ہے۔

☆س منصب خلافت کے امید وار اپنے طور پر سامنے آئیں گے یا ان کی چھان بین اور ان کے لئے انتخابی مہم اسلامی نقشے پر ہوگی ؟۔ صرف شکل و صورت میں شریعت ہوگی یا عمل میں بھی ؟۔

○ج صرف شکل و صورت میں تو نہیں ' عمل ہی میں درکار ہے اور سارا ہی اسلام ہم اسی طرح چاہتے ہیں ۔ دستور میں طے ہو کہ ہر شے پر کتاب و سنت کی بالا دستی ہے تبھی خلافت کہلائے گی

آپ تحریک خلافت کے معاون ہیں؟

آپ نے عہد نامہ تعاون تحریک خلافت پر کر کے یہ عہد کیا ہے کہ "میں خود احکام شریعت پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرونگا"

کیا آپ نے احکام شریعت پر عمل کا آغاز کر دیا ہے ؟ اگر کر دیا ہے تو الحمدللہ ' فھوا لمطلوب ! اور اگر خدانخواستہ کسی سبب سے نہیں کیا تو ہم آپ کو یاد دلا رہے ہیں کہ:

آج ہی سے بسم اللہ کیجئے۔

ورنہ تو خلافت ہے ہی نہیں ۔

☆س نظام خلافت میں حزب اختلاف کی حیثیت کیا ہوگی ؟

○ج پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ نظام خلافت کے بارے میں یہ بھی مغالطہ ہے کہ وہ یک جماعتی (One Party) گورنمنٹ ہوتی ہے ۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ اس زمانے میں پارٹیاں اس معنی میں نہیں تھیں لیکن گروپ تو تھے : بنو امیہ ' بنوہاشم' اوس ' خزرج۔ نظام قبائلی تھا ۔ اب اس کی جگہ پارٹیوں کا نظام ہے جو حرام نہیں ہیں ۔ یہ میں ضیاء الحق کے زمانے میں بھی کہتا رہا غیر جماعتی الیکشن جو انہوں نے کرایا تو میں نے کہا تھا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے ۔ اسلام میں پارٹیوں کا جواز ہے لیکن کسی پارٹی کے منشور میں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات ہوئی تو وہ خلاف قانون قرار دے دی جائے گی اس لئے کہ اس ملک کے دستور کے اندر کتاب و سنت کی بالادستی ہے شریعت کی حدود کے اندر اندر ایک پروگرام آپ دیتے ہیں دوسرا پروگرام کوئی اور دیتا ہے تو ٹھیک ہے لوگوں کو دیکھنے کا موقع دیں کہ کونسا پروگرام زیادہ بہتر ہے ۔ کتنے ہی مسائل ہیں ۔ بجٹ میں اخراجات کا مصرف کیا ہوگا؟ صحت کو کیا دیں گے ' دفاع کو کتنا دیں گے اور تعلیم کو کتنا ' یہ کون طے کرے گا؟۔ یہ قرآن میں تو لکھا ہوا نہیں' نہ حدیث ہی میں لکھا ہوا ہے ایک پارٹی کہتی ہے کہ ہماری اولین ترجیح دفاع ہے' دوسری پارٹی کہتی ہے کہ ہم تعلیم کو زیادہ اہمیت دیں گے تو لوگوں کو اپنی پسند کے انتخاب کا موقع ملنا چاہیے اس میں قطعاً کوئی برائی نہیں ۔ روح دین کے ساتھ جب تک روح عصر کو نہیں جوڑیں گے ' بات نہیں بنے گی جدید زمانے کے تقاضوں اور دین کی ضروریات کو ہم آہنگ کرنا ہوگا ۔

البتہ حزب اختلاف کا ایک پہلو غیر اسلامی ہے ۔ چونکہ آپ ایک پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں جس کا ایک منشور ہے اور لوگوں نے اس منشور پر ووٹ دئے تو اگر آپ اس منشور سے منحرف ہوتے ہیں تو آپ کو استعفیٰ دینا چاہیے ۔ پھر آپ کے ایوان میں اپنے منصب سے چمٹے رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے البتہ بہت سے معاملات ایسے آجاتے ہیں جن کا تعلق منشور سے نہیں ۔ اب گورنمنٹ پارٹی ایک بات کہہ رہی ہے اور اپوزیشن کے کسی شخص کا دل یہ کہتا ہے کہ دین کے اعتبار سے میرے ملک کے لئے بات یہی صحیح ہے جبکہ پارٹی کی حکمت عملی کا تقاضا ہے کہ تمہارا ضمیر جائے جہنم میں ' تمہیں وہ بات کہنی ہوگی جو پارٹی کہہ رہی ہے ۔ یہ خلاف اسلام ہے کہ انہیں اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کرنے کی اجازت نہیں تاہم صدارتی خلافت میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی ' اس لئے کہ اس کی اہمیت وہاں ہوتی ہے جہاں ایوان کے اراکین کی تعداد کے توازن پر انحصار ہو ۔ ایک ہی مسئلے یا ایک تحریک پر بھی اگر حکومتی جماعت شکست کھا جائے تو وزارت ختم ۔ جبکہ صدارت میں یہ مسئلہ یوں نہیں لہٰذا صدارتی نظام میں پارٹیاں مسئلہ نہیں بنتیں اس میں جو چاہیں آپ اپنی رائے دیں کیونکہ حکومت اس سے نہ گرتی ہے نہ بنتی ہے خلیفہ تو براہ راست منتخب ہوا ہے ' جتنی اس کی مدت ہے چار سال یا پانچ سال اتنی مدت وہ رہے گا' الا یہ کہ قانون کے مطابق اس کی معزولی کا جواز پیدا ہوجائے ۔

☆س ایک خلیفہ پر سے اگر عوام کا اعتماد اٹھ جائے تو اس کی تبدیلی کا کیا طریقہ ہوگا؟

○ج وہ تو میں نے بتا ہی دیا ہے کہ جب ہم نے یہ طے کرلیا اس کی مدت چار سال یا پانچ سال کی ہے تو ٹرم پوری کرنے کے بعد دوبارہ الیکشن ہونے ہی ہیں ۔ خلافت راشدہ میں تو یہ تھا کہ ایک شخص منتخب ہوگیا اور تادم مرگ وہ خلیفہ رہا لیکن یہ آپ پر واجب نہیں کیا گیا کیونکہ ایک ٹرم معین کردینا حرام نہیں ہے دوسرا معاملہ عوام کا اعتماد اٹھنے کا نہیں بلکہ معزولی کا ہے ۔ اگر آپ اسے معینہ مدت

معاونین تحریک خلافت کے نام

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی سربلندی کے لئے کوشاں تحریک خلافت پاکستان میں شمولیت کی سعادت عطا فرمائی ہے ۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اس عظیم نعمت کی قدر کرتے ہوئے سوچئے کہ آپ تحریک خلافت کے لئے کیا عملی کردار ادا کرسکتے ہیں ؟ مثلاً

۱۔ کیا آپ عوام کو نظام خلافت کی برکات سے واقف کروانے کے لئے وقت نکال سکتے ہیں۔کتنا؟ ۔ روزانہ کتنے گھنٹے ' ہفتے، مہینے میں کتنے دن ؟

۲۔ نظام خلافت کے پمفلٹ خرید کریا اپنے طور پر چھپوا کر مفت تقسیم کرنے کے لئے یا اخبارات میں کلی یا جزوی طور پر شائع کروانے کے لئے رقم خرچ کرسکتے ہیں؟۔

۳۔ اپنے ہاں معاونین تحریک خلافت کا حلقہ قائم کر کے کام کو آگے بڑھانے میں مدد کرسکتے ہیں؟۔

۴۔ ذرائع ابلاغ مثلاً اخبارات' رسائل' ٹیلی ویژن کے ذریعے یا چاکنگ ' ہورڈنگز وغیرہ کے ذریعے تحریک خلافت کے پیغام کو عام کرنے میں تعاون کرسکتے ہیں؟۔

۵۔ علاقائی دفاتر کے لئے جگہ فراہم کرسکتے ہیں جہاں مقامی دفتر اور لائبریری وغیرہ قائم کی جاسکے؟

۶۔ کیا آپ ندائے خلافت کے لئے مفید لیکن مختصر مضامین تحریر کرسکتے ہیں؟۔

ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے جو تعاون آپ پیش کرنا چاہیں ' اس سے درج ذیل پتہ پر تفصیلاً مطلع فرمائیں تاکہ آپ کی صلاحیتوں اور قوتوں کو منظم طور پر تحریک خلافت کے مشن میں لگایا جاسکے۔

ناظم تحریک خلافت پاکستان

خلافت بلڈنگ ۴۷ اے مزنگ روڈ لاہور ۔۵۴۰۰۰

کے اندر معزول کردیتے ہیں تو ہٹ جائے گا ورنہ نہیں؟۔

☆س اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس بات کی وضاحت کردیں کہ کسی ملک میں پہلی دفعہ خلافت کیسے قائم ہوگی؟ انقلاب کے ذریعے قائم شدہ خلافت میں تمام لوگوں کی رائے اور مشورہ کیسے شامل ہوگا؟

○ج دیکھئے جب بھی کبھی دنیا میں انقلاب آتا ہے تو پہلی گورنمنٹ انقلابی پارٹی ہی بناتی ہے۔ اس کے بعد اس کا جو ڈھانچہ اور دستوری خاکہ وہ بنائے گی اس کے تحت الیکشن ہوجائیں گے۔ اس میں دو سال بھی لگ سکتے ہیں تین سال بھی اور چار سال بھی لگ سکتے ہیں یہ عبوری دور ہوگا اس اعتبار سے ذہن بالکل صاف ہونا چاہیے کہ انتخابی عمل کے ذریعے خلافت قائم نہیں ہوسکتی۔ وہ تو انقلابی عمل ہے جسے میں بار بار دوہراتا ہوں تاکہ ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوجائے اور اس کا عموی طریقہ یہی ہے کہ جو انقلابی پارٹی ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ وہ تنظیم اسلامی ہو، اللہ کرے یہ کام ہمارے ہاتھوں ہو جائے یا اگلی نسل کے ہاتھوں ہو جو بھی ہونگے یہ ان کی ذمہ داری ہوگی کہ پہلی حکومت بنائیں۔

☆س اگر حضرت معاویہؓ کی خلافت اس لئے خلافت راشدہ نہیں کہ انہیں تمام مسلمانوں نے منتخب نہیں کیا تھا تو بتائیں کہ اولین چار خلفاء میں سے کس کو کل مسلمانوں نے منتخب کیا؟ اگر نہیں تو پھر ان کی خلافت، خلافت راشدہ کیوں نہیں؟

○ج کل مسلمانوں کے انتخاب کا موجودہ تصور تو اس وقت تھا ہی نہیں رائے دہی کا یہ نظام اس وقت موجود نہیں تھا لیکن پہلے چاروں خلفاء کا انتخاب ان کے اپنے دعویٰ پر نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ خود مدعی نہیں تھے، حضرت عمرؓ نے تجویز کیا کہ ہاتھ بڑھایئے پھر خود بیعت کی حالانکہ ابوبکرؓ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ عمرؓ اور ابوعبیدہؓ بن الجراح دونوں موجود ہیں حضورؐ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ وہ ان دونوں سے خوش تھے، جس کو چاہو منتخب کرلو۔ اسی طرح سے حضرت عمرؓ مدعی نہیں تھے حضرت ابوبکرؓ نے مشورہ کرکے انہیں منتخب کیا اگلے معاملے پر آیئے تو وہ چھ صاحب الرائے صحابہ کے مشورے سے ہوا۔ حضرت عمرؓ نے چھ افراد کی جماعت بنائی اور پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے عام مسلمانوں سے بھی مشورے کئے اپنی باری آنے پر حضرت علیؓ نے بھی انکار کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وہ بلوائے گئے اور انہوں نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو مجبور کیا کہ وہ بیعت قبول کرلیں۔ انہوں نے صاف انکار کردیا۔ ابتدا حضرت علیؓ نے بھی انکار کیا تھا کہ یہ فتنے کا وقت ہے اور میں اس حال میں بیعت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں لیکن جب ان کا دباؤ پڑا اور حضرت علیؓ نے بھی دیکھا کہ اگر بغیر خلیفہ کے یہ نظام زیادہ دیر تک چلتا رہا تو انتشار بڑھ جائے گا تو انہوں نے اصطلاح احوال کے پیش نظر خلافت قبول کرلی جبکہ امیر معاویہؓ کی پشت پر ایک قبائلی قوت تھی جس کا شام کے اندر ایک مرکز قائم ہوا۔ میں ان کی نیت پر کوئی حملہ نہیں کررہا، معاذ اللہ! وہ صحابی رسولؐ ہیں لیکن اس طور سے ان کی خلافت منعقد نہیں ہوئی جیسے پہلے چاروں کی ہوئی تھی۔ یہ فرق ہے جس کی بنا پر خلافت راشدہ حضرت علیؓ کی خلافت پر ختم ہوئی بلکہ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی رائے تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ بھی اپنی ذات میں خلیفہ راشد ہیں لیکن ان کا دور خلافت راشدہ میں شامل نہیں۔ کیوں نہیں، اس لئے کہ عالم اسلام ان کے زمانے میں یکجا نہیں ہوا۔ یہ بھی ایک شرط ہے لیکن اہل سنت کا تقریباً اجماع یہ ہے (سوائے ایک شاذ رائے کے) ان چاروں خلفاء کا زمانہ دور خلافت راشدہ ہے۔○○

معاونین تحریک خلافت کی توجہ کے لئے

تربیت و تزکیہ

پہلا سبق

ا۔ نماز کا باقاعدہ اہتمام

دیکھئے کوئی نماز بھی قضا نہ ہونے پائے۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے" اور فرمایا نماز کفر اور اسلام کے مابین فرق کرنے والی ہے۔

۲۔ جھوٹ سے اجتناب

یہ گناہ کبیرہ ہے۔ مذاق میں بھی جھوٹ مت بولئے جھوٹے شخص کی عبادت قبول نہیں ہوتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ (روزہ رکھ کر) بھوکا اور پیاسا رہے۔

بقیہ افتتاحیہ

پھرتے ہیں، وہی ہم میں نہیں پایا جاتا۔ بد اچھا، بدنام برا ہوتا ہے اور ہم نے اسلام سے آشنائی کا الزام اپنے سر لے کر بدنامی تو مول لے لی ہے لیکن اس "بدی" کے فوائد حاصل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔

اے صاحبان اقتدار، اے وارثان فکر و دانش! مسلمانوں کے لاتعداد مسائل اور غیر محدود مشکلات کا حل ان ٹونے ٹوٹکوں یا فارمولوں سے نہیں ہوگا جنہیں استعمال کر کے غیروں نے ستاروں پر کمندیں ڈالی ہیں۔ انہیں تو سب سے پہلے اپنے خالق، مالک اور ہادی سے اپنا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑنا ہوگا، خود کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی غلامی میں دینا ہوگا۔ یہ کیا کہ نام ہم اپنا وفاداروں میں لکھانے پر مصر ہیں جب کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہمارا رویہ صریح بغاوت کا ہے۔ کفار و مشرکین کو شوکت و تمکنت کے وہ نسخے راس آسکتے ہیں اور راس آتے نظر بھی آ رہے ہیں جو تہذیب حاضر نے تجویز کئے لیکن یہ ہم پر کارگر نہیں ہوں گے۔ ہمیں تو ان کا توڑ کرنا ہوگا اور یہی خیال تھا شاعر مشرق علامہ اقبال کا جب انہوں نے کہا کہ "مسلماں کو مسلماں کر دیا تہذیب حاضر نے"۔ تو کیا ہم ان کے اس خیال کو وہم ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟

ایک ہوں مسلم ----

(خاص برائے ندائے خلافت)

آج کیوں بیتاب ہیں آنسو روانی کے لئے
اور دل آنکھوں کے رستے خوں فشانی کے لئے

ملک اسرائیل ہے سینے میں خنجر کی طرح
ہم نے کیا سوچا ہے اس وحشت کے بانی کے لئے

وہ یہودی ہوں کہ عیسائی'ہمارے ہیں عدو
جو سدا تیار ہیں ایذا رسانی کے لئے!

سب کی توپوں کے دہانے ہیں مسلماں کی طرف
اور سب تیار ہیں آتش فشانی کے لئے!

اس طرف ہم آج بھی باہم ہیں کتنے منتشر
اور کیا ہو دشمنوں کی شادمانی کے لئے

دشمنوں کے ظلم پر ہم اس طرح خاموش ہیں
داد چاہیں جیسے اپنی بے زبانی کے لئے

اپنا ماضی یاد کر کے حال پہ روتے ہیں ہم
دہر میں زندہ ہیں کیا ہم نوحہ خوانی کے لئے

آج کے اس دور کو بھی کوئی موسیٰ چاہیے
کفر اور باطل کے ہر فرعون ثانی کے لئے

کاش ہم میں آج ہوتا اتحاد باہمی!
جو ضروری ہے ہماری کامرانی کے لئے

آج کیوں دینی اخوت کو بھلا بیٹھے ہیں ہم
کیا یہ سب کچھ ہے اسی دنیائے فانی کے لئے

مصر' شام' ایران' اردن ' الجزائر' لیبیا
متحد ہوں اپنے دیں کی حکمرانی کے لئے

متحد ہو کر ہیں ہم ایسے سمندر کی طرح
جو سمندر خاص ہوگا بیکرانی کے لئے

آج بزمی! پھر تقاضا ہے یہی حالات کا
"ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر"

پروفیسر خالد بزمی

بقیہ تراشے

راقم اپنے ایک پچھلے کالم (مطبوعہ جنگ لاہور و پنڈی مورخہ ۲۹ جنوری) میں انہیں اور ان کے مشابہ مسائل پر اظہار خیال کرچکا ہے جس کا تذکرہ جنرل بیگ نے کیا ہے لیکن راقم نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ امریکہ پاکستان کا بازو مروڑنے کے ساتھ ساتھ اس کے آگے ایک دانہ بھی پھینک رہا ہے یہ دانہ امریکی بحریہ ' فضائیہ اور سنٹرل کمانڈ کے سربراہوں کے ذریعے گذشتہ چند ہفتوں کے دوران ڈالا گیا ہے۔ یہ ایک پورا پیکج ہے جس میں امریکہ اور بھارت سے تعلقات کی ایک نئی نہج' نئی سمت تجویز کی جارہی ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ ایران ' افغانستان' ترکی اور وسط ایشیاء کی مسلم ریاستوں سے پاکستان کے تعلقات کا ایک مختلف انداز بھی تجویز کیا جارہا ہے ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ امریکہ اس وقت پاکستان کو اپنی تازہ ترین سوچ اور ترجیحات سے آگاہ کرکے اس کا رد عمل دیکھ رہا ہے ۔ اگر تو پاکستان اس کے تجویز کردہ لائحہ عمل پر لبیک کہنے کو تیار ہوجاتا ہے تو پاکستان کے جوہری پروگرام پر پائے جانے والے اختلافات بھی رفع بلکہ کافور ہوجائیں گے ۔ ہندوستان سے بھی تنازعات کے حل کی شکل نکال لی جائے گی ۔ (وہ کس حد تک پاکستانی قوم کے تصورات کے قریب تر ہوگی' یہ علیحدہ بحث ہے) اور اقتصادی اور فوجی امداد نہ صرف بحال کردی جائے گی بلکہ اس میں متعدبہ اضافہ بھی لازما ہوگا کیونکہ اس پیکج کے تحت جو کردار پاکستان کو تفویض کیا جائے گا اس کی تکمیل کے لئے امداد میں اضافہ ضروری ہوگا حکومت پاکستان کے امکانی رد عمل کے بارے میں ہم کوئی قیاس آرائی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ بڑے نازک اور اہم معاملات ہیں لیکن افغانستان کے مسئلہ پر امور خارجہ کے وزیر مملکت جناب صدیق خاں کانجو نے اگلے روز جس طرح اظہار خیال کیا ہے اور جنرل حمید گل کی ریٹائرمنٹ کے غیر معمولی انداز سے جو اشارہ ملتا ہے اس کی روشنی میں ہم یہ کہنا تو اس سٹیج پر بھی ممکن پاتے ہیں کہ حکومت پاکستان امریکہ کی سب پیشکشوں پر غور بہر حال کررہی ہے۔ ہمیں اپنی حکومتی قیادت کی حب الوطنی پر ذرا برابر شک نہیں اور ہم توقع کرتے ہیں کہ اس کے فیصلے ہمارے بہترین مفاد میں ہوں گے بایں ہمہ ہم نے اپنے متذکرہ صدر کالم میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر امریکی دفاعی مشینری کے تین بڑوں کی آمد اور جنرل آصف نواز کے دورہ امریکہ کے کچھ ایسے مضمرات ہیں جو غیر معمولی اور دور رس نوعیت کے ہیں تو ان پر فیصلہ کرنے سے پہلے قوم کو اعتماد میں لیا جانا چاہیے مسئلے کی سنگین نوعیت کے پیش نظر ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ حوالے سے جو فیصلہ بھی کیا جائے گا ' وہ پاکستان کے مفادات اور مستقبل پر گہرے طور پر اثر انداز ہوگا۔ ہمیں توقع ہے کہ پاکستان کے پالیسی ساز راز داری کے انداز میں کوئی بڑے فیصلے نہیں کریں گے اور قوم کو اعتماد میں لے کر ہی کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

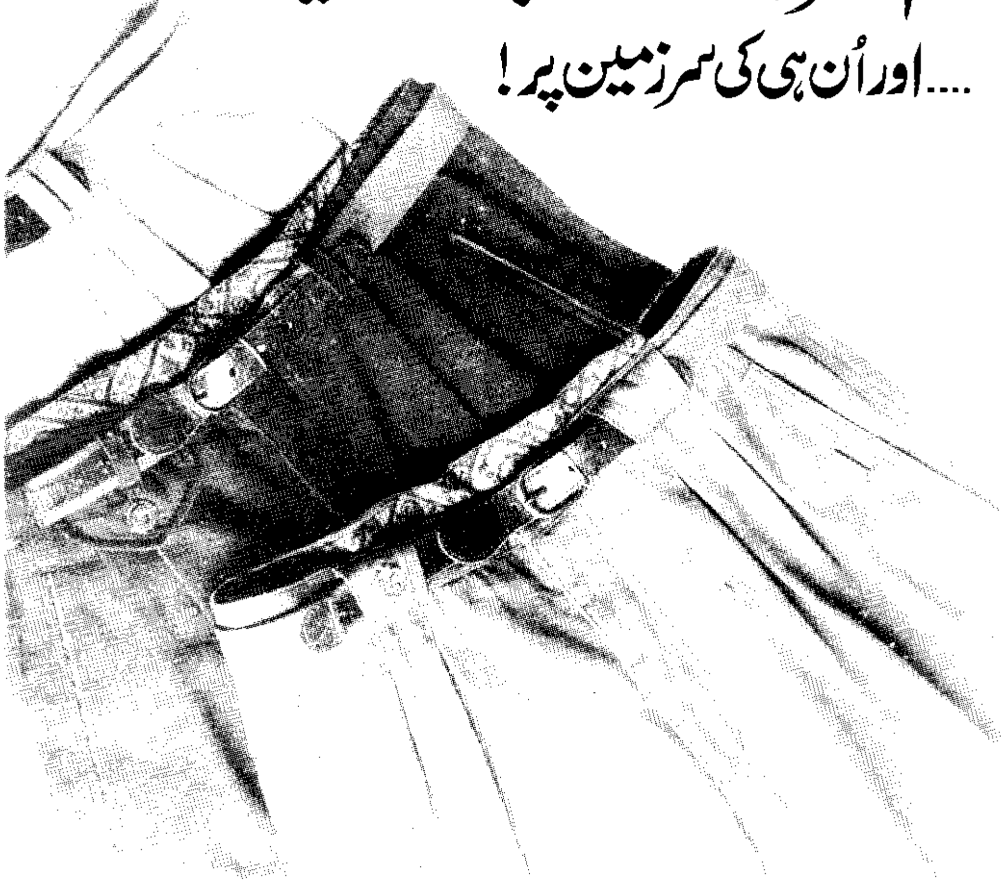

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں رُک کر دم نہیں لینے دیتی، ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد، کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209
کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522